تحقیقاتی عدالت میں

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا تیسرا بیان

[تحقیقاتی عدالت نے اپنی تفتیش کے دوران میں تحقیقاتی کارروائی میں شامل ہونے والے جملہ فریقوں کو نوٹس دیا تھا کہ وہ بحث میں علاوہ دیگر امور کے مندرجۂ ذیل دس نکات کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کریں اور اپنی تائید میں اسناد اور حوالہ جات بھی پیش کریں۔

۱۔ظہور مسیح و مہدی

۲۔کیا ظاہر ہونے والے مسیح اور عیسیٰ ابن مریم ایک ہی شخصیت ہیں؟

۳۔کیا مسیح اور مہدی کو ایک نبی کا منصب حاصل ہوگا اور انہیں وحی یا الہام ہوگا؟

۴۔کیا وہ دونوں یا اُن میں سے کوئی ایک قرآن و سنت کے کسی حکم کو منسوخ کریں گے؟

۵۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کس شکل میں نازل ہوتی تھی؟ کیا حضرت جبرئیل آپؐ کے سامنے مرئی صورت میں ظاہر ہوتے تھے؟

۶۔کیا خاتم النبیین کی وہ تعبیر جو آل مسلم پارٹیز کنونشن نے پیش کی ہے، ہمیشہ مسلم عقیدے کا لازمی جزء رہی ہے؟

۷۔قرآن و سنت کی وہ نصوص جو ایسے دینی و سیاسی نظام کی تائید کرتی ہیں جس میں غیر مسلموں کو ایک اجنبی عنصر کی حیثیت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے ___ اس علیحدگی کے حدود مع تاریخی حوالہ جات ___ ایسے نظام میں غیر مسلموں کے علانیہ تبلیغِ مذہب کے حقوق ___ گناہ کی مشترک اور نیابتی ذمہ داری (VICARIOUS LIABILITY IN SIN)

۸۔ڈائرکٹ ایکشن کا جواز

۹۔احمدیوں کی مطبوعات جو عامۃ المسلمین کے دینی جذبات کو مشتعل کرنے والی ہیں۔

۱۰۔ دوسرے مسلمانوں کی مطبوعات جو احمدیوں کے عقائد کے لحاظ سے اشتعال انگیز ہیں۔

اِن نکات کا جواب مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ایک مفصل تحریری بیان کی شکل میں دیا ہے جسے اب ترجمان القرآن میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ بیان ۱۳ فروری ۵۴ء کو عدالت کے سامنے پیش کیا گیا تھا] (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اِس محترم عدالت نے جو دس امورِ تنقیح طلب خاص طور پر بحث کے لیے تجویز کیے ہیں، اُن میں سے پہلے آٹھ امور پر اِس بیان میں بحث کی گئی ہے۔ باقی ماندہ دو نکات میں سے نمبر ۱۰ کا جواب ہم سے متعلق نہیں ہے، اور نمبر ۹ کے متعلق ضروری مواد جماعت اسلامی الگ پیش کرے گی۔

اس بیان میں پہلے سات نکات پر صرف سُنّی مسلمانوں کا نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے، جس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اہلِ حدیث سب شامل ہیں۔ نیز حنفیوں کے دونوں بڑے مسلک (دیوبندی اور بریلوی) بھی اِن نکات میں پوری طرح متفق ہیں۔ شیعہ حضرات کا مسلک اگرچہ ہمیں معلوم ہے، اور ہم یہ جانتے ہیں کہ مسئلۂ مہدی کے سوا باقی تمام مسائل میں وہ ہم سے متفق ہیں، نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مہدی منتظر امام معصوم ہونے کے باوجود اُن کے ہاں بھی نبی کا مرتبہ نہیں رکھتے، لیکن ہم نے اُن کے مسلک پر اس لیے کلام نہیں کیا ہے کہ ہم بہرحال ان کے مسلک کو قابلِ اعتماد طریقہ سے بیان کرنے کی حیثیت میں نہیں ہیں۔

بیان کے دوران میں جن اہم مسائل پر تفصیل کے ساتھ اسناد پیش کرنے کی ضرورت تھی اُن کو ہم نے بیان میں درج کرنے کے بجائے الگ الگ ضمیموں میں جمع کر دیا ہے جو اِس بیان کے ساتھ منسلک ہیں۔

چونکہ پہلے ۶ نکات ہی وہ اصل نکات ہیں جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان متنازع فیہ ہیں، اس لیے اُن کے بارے میں، اور اُن سے پیدا ہونے والے اعتقادی اور عملی نتائج کے بارے میں قادیانی

مسلک کو ہم نے خود اُن کے معتبر حوالوں سے ایک مستقل ضمیمے میں مرتب طریقے سے بیان کر دیا ہے، تاکہ محترم عدالت پر واضح ہو جائے کہ اِن مسائل پر قادیانی تحریک کے مختلف مراحل میں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے پیروؤں کا نقطۂ نظر کیا رہا ہے، اور فریقین کے درمیان نزاع کے بنیادی اسباب کیا ہیں۔ اس ضمیمے کا نمبر ۷ ہے اور یہ بھی اس بیان کے ساتھ منسلک ہے۔

اِن تمہیدی تصریحات کے بعد اب ہم زیرِ بحث نکات کو علی الترتیب لے کر ان کے متعلق اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں:

بجواب نکتۂ اوّل (الف) درباب نزولِ مسیح

(۱) مسیح علیہ السلام کا نزولِ ثانی مسلمانوں کے درمیان ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس کی بنیاد قرآن، حدیث اور اجماعِ امت پر ہے۔ قرآن میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے، مگر دو آیتیں ایسی ہیں جن سے اس کا اشارہ نکلتا ہے اور بکثرت مفسّرین نے ان کا یہی مطلب لیا ہے کہ مسیح علیہ السلام آخری زمانے میں دوبارہ آئیں گے۔ پہلی آیت سورۂ نساء میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (آیت نمبر ۱۵۹)	اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے، اور قیامت کے روز وہ اُن پر گواہ ہوگا۔

اگرچہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے، اور لیا بھی گیا ہے کہ "اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے اُس پر ایمان نہ لے آئے"، لیکن اس کا وہ مطلب بھی ہو سکتا ہے، اور لیا گیا ہے جو ہم نے ترجمہ میں بیان کیا ہے۔

دوسری آیت سورۂ زُخرف (سورۂ نمبر ۴۳) میں ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (آیت نمبر ۶۱)	اور درحقیقت وہ قیامت کی ایک نشانی ہے

اس کے بھی دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مسیح کی پیدائش اُن نشانیوں میں سے ایک ہے

جو آخرت کے امکان پر دلالت کرتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ قیامت سے پہلے قربِ قیامت کی علامات میں سے ایک ہے۔ مفسرین کی بہت بڑی اکثریت نے ان دونوں مفہومات میں سے دوسرے کو ترجیح دی ہے۔

بہرحال جہاں تک قرآن کا تعلق ہے، وہ صریح الفاظ میں اس مضمون کی تصریح نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اسکی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

بخلاف اس کے حدیث سے یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحؑ کے نزول کی خبر دی ہے۔ اس باب میں ۷۰ سے زیادہ حدیثیں تقریباً ۱۴ صحابیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ جن راویوں نے یہ احادیث صحابہؓ سے سنیں، اور پھر بیچ کے جو راوی انہیں کتب حدیث کے مصنفین تک پہنچانے والے ہیں اُن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ اُن میں بکثرت ثقہ لوگ ہیں۔ وہ یمن سے لے کر آذربائیجان تک اور مصر سے لے کر ماوراء النہر اور سیستان تک مختلف علاقوں کے لوگ ہیں۔ اور بکثرت روایتوں کی سند کتب حدیث کے مصنفین سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بالکل متصل ہے جس میں کوئی کڑی چھوٹی ہوئی نہیں ہے۔ اتنے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے اس قدر کثیر التعداد انسانوں کے متعلق یہ باور کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے کہ ان سب نے کسی وقت کوئی کانفرنس کر کے باہم یہ قرارداد کرلی ہوگی کہ نزولِ مسیح کی ایک داستان گھڑ کر خدا کے رسول کی طرف منسوب کرنی ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرتے بھی تو ان کی تصنیف کردہ داستانوں میں وہ مطابقت اور مناسبت پیدا ہونی محال تھی جو نزولِ مسیح کی احادیث میں ہم کو نظر آرہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان روایتوں کے مضمون میں دو تین فروعی اختلافات کے سوا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سب روایتیں مل کر ایک مربوط اور مسلسل قصہ بناتی ہیں جس کے تمام اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ ہم نے ضمیمہ نمبر (۱) میں ۲۰ معتبر ترین احادیث لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں جو ۱۳ صحابیوں سے مروی ہیں۔ ان کو دیکھ کر محترم عدالت خود معلوم کرسکتی ہے کہ ان مختلف صحابیوں کی روایات قصے کے تمام ضروری اجزاء میں بالکل متفق ہیں۔ صرف ایک معاملہ میں روایت نمبر ۴ و ۲۰ دوسری روایتوں کے خلاف یہ کہتی ہیں

کہ حضرت عیسٰیؑ مسلمانوں کی نماز کے امام ہونگے اور روایات نمبر ۲، ۶، ۸، ۱۴، ۱۵ یہ کہتی ہیں کہ امام جماعت مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا اور حضرت عیسٰیؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اسی وجہ سے مفسرین و محدثین نے بالاتفاق اُس بات کو تسلیم کیا ہے جو روایات کی اکثریت سے ثابت ہے)۔ اس بنا پر یہ بات یقینی ہے اور اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کی آمدِ ثانی کی ضرور خبر دی ہے۔ یہ بات خواہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مگر یہ امر واقعہ کہ حضور نے ایسی خبر دی ہے ناقابل تردید شہادتوں سے ثابت ہے۔ اگر ایسی شہادتوں کو بھی رد کیا جا سکتا ہے تو پھر دنیا کا کوئی تاریخی واقعہ بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

اِسی طرح پہلی صدی ہجری سے آج تک امت کے تمام علماء اور فقہاء اور مفسرین و محدثین کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ مسیحؑ کی آمدِ ثانی کی خبر صحیح ہے۔ ضمیمہ نمبر ۳ و ۵ میں اکابر علماء کے اقوال ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ صرف معتزلہ اور جہمیہ اور بعض ایسے ہی دوسرے فرقوں کے چند لوگوں نے اس کو ختمِ نبوت کے منافی سمجھ کر رد کیا ہے۔

(۲) جو کچھ احادیث سے ثابت ہے اور جس پر امت کا اجماع ہے وہ کسی مثیلِ مسیح کی "پیدائش" نہیں ہے بلکہ عیسٰی ابن مریم کا "نزول" ہے۔ تمام احادیث بلا استثناء اس امر کی تصریح کرتی ہیں کہ آنے والے وہی ہیں۔ کسی حدیث میں عیسٰیؑ، کسی میں ابن مریم، کسی میں مسیح ابن مریم، اور کسی میں عیسٰی ابن مریم کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ عیسٰی ابن مریم ایک شخصِ خاص کا ذاتی نام ہے، اور اس کے نزول کی خبر لامحالہ اس کی ذات کے نزول کی خبر ہی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی اس خبر کو قبول کرے تو اسے یہ قبول کرنا ہوگا کہ وہی شخصِ خاص دوبارہ آئے گا جو آج سے دو ہزار برس پہلے بنی اسرائیل میں مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اور اگر کوئی اس کو رد کرے تو اسے سرے سے اِس "مسیح موعود" کے تخیل ہی کو رد کر دینا ہوگا۔ بہرحال یہ بالکل ایک لغو بات ہے کہ عیسٰی ابن مریم کے نزول کی خبروں کو بنیاد بنا کر ایک مثیلِ مسیح کے ظہور کو ثابت کیا جائے۔ اور اس سے زیادہ لغو بات یہ ہے کہ ان خبروں کی بنیاد پر مسیح کے "بروز" (INCARNATION) کا خیال پیش کیا جائے جو سراسر ایک

ہندوانہ تخیّل ہے۔ اور ان سب سے زیادہ لغویات یہ ہے کہ کوئی شخص خود تمثیلی رنگ میں مریم بنے، پھر خود ہی تمثیلی رنگ میں حاملہ ہو، پھر خود ہی تمثیلی رنگ میں اپنے بطن سے پیدا ہو کر یہ اعلان کرے کہ جس عیسیٰ ابن مریم کے "نزول" کی خبر دی گئی تھی وہ "پیدا" ہو گیا ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۷، پیراگراف نمبر ۱۲ تا اقتباس نمبر ۷)

(۳) احادیث میں نزولِ مسیح کی غرض اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آخر زمانے میں ایک عظیم الشان دجّال (فریبی و جعلساز آدمی) اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت سے پیش کریگا، اور یہودی اس کے پیچھے لگ جائیں گے، اور اس کا فتنہ دنیا میں بہت بڑی گمراہی اور ظلم و ستم کا موجب بن جائے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ اصلی مسیح کو دنیا میں واپس بھیجے گا تاکہ اس فتنے کا قلع قمع کرے (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۱، روایات نمبر ۵، ۸، ۱۴، ۲۰)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ خبر اس لیے دی تھی کہ مسلمان دجّال کو مسیح ماننے سے بچیں اور اس کے زمانے میں اصلی مسیح کی آمد کا انتظار کریں اور اُن کی آمد پر فتنۂ دجّال کے استیصال میں اُن کا ساتھ دیں۔ یہ خبر آپ نے اس لیے نہیں دی تھی کہ آپ کی ان پیشینگوئیوں کا سہارا لے کر کوئی "مثیل مسیح" یا "بروزِ مسیح" اٹھ کر آپ کی امت میں اپنی ایک امت آسانی کے ساتھ بنالے۔

(۴) احادیث اس امر کی بھی تصریح کرتی ہیں کہ نزولِ مسیح کے نتیجے میں تمام ملتیں ختم ہو جائیں گی اور صرف ملّتِ اسلام باقی رہ جائے گی (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱، روایت نمبر ۵ و ۱۴)۔ روایت نمبر ۱، ۲ و ۵ ضمیمہ اوّل میں صلیب کو توڑ دینے یا محو کر دینے یا پاش پاش کر دینے، اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب تمام محدثین نے یہ لیا ہے کہ عیسائیت اور اسلام کا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور دونوں ملّتیں ایک ہو جائینگی۔ روایات نمبر ۸، ۱۴ اور ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیت دجّال کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔ اور مذکورۂ بالا روایات میں "جنگ" اور "جزیے" اور "خراج" کو ساقط کر دینے کا مطلب بالاتفاق یہ سمجھا گیا ہے کہ تمام ملّتوں کے ختم ہو جانے اور صرف ملّتِ اسلام کے باقی رہ جانے کی وجہ سے جنگ بھی ختم ہو جائیگی اور جزیہ و خراج کسی پر عائد کرنے کا سوال ہی باقی نہ رہے گا۔

(۵) یہ امر خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ نزولِ مسیح کا عقیدہ، جس طرح کہ وہ احادیث میں بیان ہوا ہے اور جس طرح کہ علماء امت نے اس کو سمجھا ہے، کسی طرح عقیدۂ ختم نبوت سے متصادم نہیں ہوتا

(ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۳) - اور اس کے برعکس "مسیح موعود" کا قادیانی تخیل قطعی طور پر اس سے متصادم ہوتا ہے۔ اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:

(الف) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں نبی کی حیثیت سے آچکے تھے۔ اُن پر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے، تمام مسلمان ہمیشہ سے ان پر ایمان لاتے رہے اور آئندہ بھی جو مسلمان ہوگا وہ ان پر ضرور ایمان لائے گا۔ اب بھی جو ان کو نہ مانے وہ بالاتفاق کافر اور خارج از ملت ہے۔ اس لیے اُن کی آمدِ ثانی پر کسی نئے کفر و ایمان کا مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔ امکانِ عقلی کی حد تک اگر کوئی اختلاف ہو سکتا ہے تو اس واقعہ میں ہو سکتا ہے کہ جو صاحب نازل ہوئے ہیں وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں یا نہیں، لیکن اس امر میں نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ ابنِ مریم ہی ہیں تو ماننے کے قابل ہیں یا نہیں۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کی آمد سے مسلمانوں میں کفر و ایمان کی کوئی نئی تفریق رونما نہیں ہو سکتی۔ اس کے برعکس جو شخص "نازل" نہ ہو بلکہ ہمارے درمیان "پیدا" ہو کر یہ دعویٰ کرے کہ میں مسیح ہوں، میرے اوپر ایمان لاؤ، اس کا دعویٰ لازماً امت میں کفر و ایمان کی ایک نئی تفریق برپا کرتا ہے اور اس کے انکار پر نئے سرے سے اُن لوگوں کے خارج از ملت قرار پا جانے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے جنہیں ختم نبوت کے عقیدے نے ہمیشہ کے لیے ایک ملت بنا کر بنیادی تفرقے سے محفوظ کر دیا ہے۔ قادیانی "مسیح" کے دعوے سے یہ امکان اب واقعہ کی صورت اختیار کر چکا ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۷۔ پیراگراف نمبر ۱۴ اقتباس نمبر ۵ تا ۲۲)

(ب) احادیث میں صراحتہً یا اشارۃً کہیں بھی آنے والے مسیح ابن مریم کو اس حیثیت سے پیش نہیں کیا گیا ہے کہ وہ آکر اپنی نبوت کا دعویٰ پیش کرے گا، لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دے گا، اپنے ماننے والوں کو ایک امت یا جماعت بنائے گا، اور نہ ماننے والوں کو مسلمانوں میں سے الگ کر دے گا۔ احادیث اُس کو ایک نیا اور مستقل مشن لے کر آنے والے شخص کی حیثیت سے پیش نہیں کرتیں بلکہ اس حیثیت سے پیش کرتی ہیں کہ وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیگا، اس کے زمانے میں مسلمانوں کا جو بھی امیر یا امام یا سردارِ جماعت ہوگا اس کی قیادت تسلیم کرے گا

اور صرف فتنۂ دجّال کو ختم کرنے کی وہ خدمت انجام دے گا جو اس کے سپرد کی گئی ہو گی۔ اسی لیے وہ احتیاطاً نماز میں بھی مسلمانوں کی امامت نہ کرے گا بلکہ انہی کے امام کا اقتدا کرے گا تاکہ اس شبہ کی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق حیثیت (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی حیثیت) میں واپس آیا ہے ضمیمہ نمبر ۱ کی روایات نمبر ۲، ۶، ۸، ۱۴، ۱۵ اور ضمیمہ نمبر ۳ کے پیراگراف ۵ و ۶ اس مسئلے میں ناطق ہیں۔ مگر "مسیح موعود" کا قادیانی عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے اور برعکس نتائج پیدا کرتا ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۷، پیراگراف نمبر ۹، ۱۲ و ۱۴)

(ج) مسلمان جس حیثیت سے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول کو مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ اپنی پہلی بعثت میں نبی کی حیثیت سے آئے تھے، اور اگرچہ نبوت کا فضل و شرف اُن سے سلب نہیں ہو گیا ہے، لیکن چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی اُن کا (عیسیٰ علیہ السلام کا) زمانۂ نبوت ختم ہو گیا ہے اور اب قیامت تک آنحضرتؐ کا عہدِ نبوت ہے، اس لیے عیسیٰ علیہ السلام اب نبی کی حیثیت میں نہیں آئیں گے بلکہ آنحضرتؐ کے پیرو اور آپ ہی کی شریعت کے متبع ہونگے اور ان کا کام اپنی رسالت کو پیش کرنا، یا نئے احکام دینا، یا پچھلے احکام میں ردّوبدل کرنا نہ ہو گا بلکہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق اُس خدمتِ خاص کو انجام دینا ہو گا جس کے لیے وہ نازل کیے جائیں گے۔ اس مسئلے میں امام رازی، امام نووی، علامہ تفتازانی، شیخ اسماعیل حقی اور علامہ آلوسی کی تصریحات خاص طور پر قابلِ غور ہیں (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۳، پیراگراف ۲، ۴، ۵، ۱۳ اور ضمیمہ ۵ پیراگراف ۱۰)۔ اس تخیل کو اس مثال سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ خواجہ ناظم الدین اگرچہ اپنے وقت میں پاکستان کے گورنر جنرل تھے، اور سابق گورنر جنرل ہونے کا اعزاز ان سے چھین نہیں گیا ہے، مگر مسٹر غلام محمد کے دَور میں وہ ہمارے درمیان گورنر جنرل کی حیثیت میں نہیں بلکہ رعیتِ دولتِ پاکستان کے ایک فرد کی حیثیت میں ہیں۔ اس طرح مسیح ابن مریم کا نزول عقیدۂ ختم نبوت کے ساتھ بالکل ہموار ہو جاتا ہے، اور اس امر کا شبہ تک باقی نہیں رہتا کہ ان کی آمد سے ایک نئے پیشوا کے اتباع (ALLEGIANCE) کا سوال پیدا ہو گا جسے قبول کرنے پر کسی شخص کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا انحصار ہو۔ بخلاف اس کے "مسیح موعود" کا

قادیانی تخیل ایک نئے پیشوا کو ہمارے سامنے لاتا ہے جو نبوت کے تمام اعتقادی اور شرعی حقوق کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے اور وہ تمام دعوے لیکر اٹھتا ہے جو ایک مستقل رسالت کے ساتھ آنے والے شخص کے سوا کوئی دوسرا انسان پیش نہیں کر سکتا۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۷، پیراگراف ۹، اقتباس نمبر ۳،۴۔ پیراگراف ۱۱، اقتباس نمبر ۹، ۱۰، ۱۱۔ پیراگراف ۱۳۔ پیراگراف ۱۴، اقتباس نمبر ۵ تا ۲۲) - ان دعووں کی نوعیت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مدعی اپنے آپ کو "امتی" اور "تابع شرع محمدی" کی حیثیت میں رکھتا ہے یا کسی اور حیثیت میں۔ اصل چیز جو اس کے دعووں کی نوعیت کو نزول مسیح کے اسلامی عقیدے سے اساسی طور پر قطعی مختلف کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ نزول مسیح کا اسلامی عقیدہ ایک نئے پیشوا کی اطاعت و اتباع کو کفر و ایمان کا مدار نہیں بناتا اور مسیح موعود کا قادیانی عقیدہ اس کو مدار کفر و ایمان بناتا ہے۔

(ب) درباب ظہور مہدی

(۶) "مہدی" کے مسئلے کی نوعیت نزول مسیح کے مسئلے سے بہت مختلف ہے۔ اس مسئلے میں دو قسم کی احادیث پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ جن میں لفظ "مہدی" کی تصریح ہے۔ دوسری وہ جن میں صرف ایک ایسے خلیفہ کی خبر دی گئی ہے جو آخر زمانے میں پیدا ہوگا اور اسلام کو غالب کر دیگا۔ ان دونوں قسم کی روایات میں سے کسی ایک کا بھی بلحاظ سند یہ پایہ نہیں ہے کہ امام بخاری کے معیار تنقید پر پورا اترتا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مجموعۂ حدیث میں کسی کو بھی درج نہیں کیا۔ مسلم نے صرف ایک روایت لی ہے جو لفظ مہدی سے خالی ہے۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲، روایت نمبر ۱۶)۔ دوسری کتابوں میں جس قدر روایات موجود ہیں قریب قریب ان سب کو ہم نے ضمیمہ نمبر ۲ میں جمع کر دیا ہے۔ ان روایات میں سند سے قطع نظر کرتے ہوئے، کمزوری کے متعدد پہلو ہیں:

(الف) ان کے نفس مضمون میں صریح اختلافات ہیں۔ روایات نمبر ۲، ۳، ۱۰، ۱۴ اور ۱۵ کہتی ہیں کہ وہ خاندان اہل بیت سے ہوگا۔ نمبر ۱۸ و ۱۹ کہتی ہیں کہ اس کا ظہور عباسی خاندان میں ہوگا۔ نمبر ۴ اس کے ظہور کا دائرہ تمام اولادِ عبدالمطلب تک پھیلا دیتی ہے۔ نمبر ۵ اس دائرے کو اور پھیلا کر تمام امت تک وسیع کر دیتی ہے۔ اور نمبر ۱۷ کہتی ہے کہ وہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص ہوگا پھر

روایت نمبر ۱۱ اور ۱۳ کہتی ہیں کہ اس کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہوگا اور نمبر ۱۴ کہتی ہے کہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام، دونوں آنحضرت کے اسم گرامی اور آپ کے والد کے نام پر ہونگے۔ ان سب کے برعکس نمبر ۱۲ کی رُو سے اس کا نام حارث ہوگا اور وہ آل محمدؐ کی فرمانروائی کے لیے زمین ہموار کریگا۔

(ب) متعدد روایات میں اس امر کی اندرونی شہادت موجود ہے کہ ابتدائے اسلام میں جن مختلف پارٹیوں کے درمیان سیاسی کشمکش برپا تھی انہوں نے اپنے اپنے مفاد کے مطابق اس پیشینگوئی کو ڈھالنے کی کوشش کی ہے، اور یہ روایات ان کے سیاسی کھیل کا کھلونا بننے سے محفوظ نہیں رہ سکی ہیں۔ مثلاً روایت نمبر ایک میں خراسان کی طرف سے آنے والے سیاہ جھنڈوں کا ذکر ہے جو صاف بتاتا ہے کہ عباسیوں نے اس روایت میں اپنے مطلب کی بات داخل کی ہے، کیونکہ سیاہ رنگ عباسیوں کا شعار تھا، اور ابومسلم خراسانی نے عباسی سلطنت کے لیے زمین ہموار کی تھی۔ اسی طرح روایات نمبر ۲، ۳، ۱۰، ۱۱، ۱۳ و ۱۵ کو اگر نمبر ۴، ۱۸ اور ۱۹ کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف اس پیشینگوئی کو بنی فاطمہ نے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی ہے تو دوسری طرف بنی عباس اسے اپنی جانب کھینچ لے گئے ہیں۔

(۷) تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تمام روایات بالکل ہی بے اصل ہیں۔ تمام آمیزشوں سے الگ کر کے ایک بنیادی حقیقت ان سب میں مشترک ہے اور وہی اصل حقیقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمانے میں ایک ایسے لیڈر کے ظہور کی پیشینگوئی فرمائی ہے جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا، ظلم و ستم مٹا دے گا، سنت نبی پر عمل کرے گا، اسلام کو غالب کر دے گا، اور خلق خدا میں عام خوشحالی پیدا کر دے گا۔

(۸) مہدی کے ظہور کا خیال بہرحال انہی روایات پر مبنی ہے اور یہ روایات اس تخیل سے بالکل خالی ہیں کہ مہدی، نبوت کے منصب کی طرح کسی دینی منصب کا نام ہے جسے ماننا اور تسلیم کرنا کسی درجے میں بھی شرعاً ضروری ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ لفظ استعمال کیا ہے تو شخص معہود کے لیے بطور ایک اسم صفت کے استعمال کیا ہے۔ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ وہ ایک ہدایت یافتہ

شخص ہوگا۔ اور ایک روایت (نمبر ۱۲) میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ "ہر مومن پر اس کی مدد واجب ہے"۔ یہ بات اگر فی الواقع حضور نے فرمائی ہے تو اس کا مطلب زیادہ سے زیادہ صرف یہ ہے کہ جس طرح ہر مجاہد فی سبیل اللہ، اور حامیِ حق کی مدد کرنا اور راہ خدا میں اس کا ساتھ دینا مسلمانوں کے لیے واجب ہے اسی طرح شخص موعود کی مدد کرنا بھی واجب ہوگا۔ اس کو کسی کھینچ تان سے بھی یہ معنی نہیں پہنائے جا سکتے کہ منصب مہدویت کے نام سے اسلام میں کوئی دینی منصب پایا جاتا ہے جس کو ماننا جس پر ایمان لانا واجب ہو اور جس کو نہ ماننے سے دنیا و آخرت میں کچھ مخصوص اعتقادی و معاشرتی نتائج پیدا ہوتے ہوں۔ پھر احادیث میں کہیں اس عجیب و غریب حرکت کے لیے بھی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ کوئی آدمی انا المہدی کے نعرے سے ہی دین کا کام کرنے اٹھے اور پھر اپنی طاقت کا بڑا حصہ صرف اپنے آپ کو مہدی منوانے ہی پر صرف کر دے۔

(۹) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مہدی کے متعلق کوئی خاص عقیدہ اسلامی عقائد میں شامل نہیں ہے۔ اہلِ سنت کی کتبِ عقائد اس سے بالکل خالی ہیں۔ اور تاریخ کے دوران میں جتنے لوگوں نے بھی مہدویت کا دعویٰ کر کے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر، یا گمراہ، یا دائرہ دین سے خارج ٹھیرا کر اپنے ماننے والوں کی الگ جماعت بندی کی ہے، علماء اسلام نے ان سب کی مخالفت کی اور امت کی عظیم اکثریت نے ان کو رد کر دیا۔

بجواب نکتہ دوم

(۱۰) یہ بات کہ مسیح موعود، جن کے آنے کی مسلمان توقع رکھتے ہیں، عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں، اُن تمام روایات سے جو ضمیمہ نمبر ۱ میں، اور ان تمام اقوالِ علماء سے جو ضمیمہ نمبر ۳ میں جمع کر دیے گئے ہیں، ثابت ہے۔ ہمیں کوئی روایت، حدیث کی کسی کتاب میں ایسی نہیں ملی جس میں آنے والے مسیح کا ذکر عیسیٰ، عیسیٰ ابن مریم، مسیح ابن مریم، یا ابن مریم کے سوا کسی اور ایسے لفظ سے کیا گیا ہو جس سے یہ گمان کیا جا سکے کہ شاید آنے والا مسیح حضرت عیسیٰ ابن مریم کے سوا کوئی اور ہو۔ صرف

ایک روایت ایسی ہے جس میں محض "مسیح" کا لفظ آیا ہے (ضمیمہ نمبر ۲ روایت نمبر ۸) مگر وہ بھی بعض دوسری سندوں سے جن الفاظ میں مروی ہوئی ہے اس میں یا تو عیسیٰ کی تصریح ہے یا ابن مریم کی۔ نیز ابتدا سے آج تک کے علماء اسلام میں کوئی قابلِ ذکر عالم، کم از کم ہمارے علم کی حد تک، نہیں ہے جس نے کبھی اس خیال کا اظہار کیا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے آنے کی خبر دی ہے وہ عیسیٰ ابن مریم نہیں بلکہ صفات اور حالات میں اُن سے مشابہ کوئی غیر ابن مریم ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد صاحب کا نظریۂ "تمثیلِ مسیح" نہ چل سکا تو انہوں نے تمثیلی رنگ میں اپنے آپ کو مریم اور پھر خود اپنے ہی بطن سے پیدا شدہ عیسیٰ ابنِ مریم قرار دیا۔ اور جب یہ پوزیشن بھی قابلِ قرار نہ پائی گئی تو یہ عجیب و غریب خیال ظاہر کیا کہ چونکہ میں کسی سلسلۂ تصوف میں مرید نہیں ہوں اور میرا کوئی والدِ روحانی (پیر) نہیں ہے، اس لیے گویا میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بے باپ پیدا ہوا ہوں۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۷، پیراگراف ۱۲ اقتباسات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۷، ۸)

بجواب نکتۂ سوم

(۱۱) جہاں تک حضرت مسیح کے نزول کا تعلق ہے، علمائے اسلام یہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ نزول نبی کی حیثیت میں نہیں ہو گا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۳)۔ بلکہ شرح عقائد نسفی، تفسیر روح البیان اور تفسیر روح المعانی میں یہ صاف صاف کہا گیا ہے کہ ان کی طرف نہ وحی ہو گی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے۔ (ضمیمہ نمبر ۳، پیراگراف ۹ و ۱۳، ضمیمہ نمبر ۵، پیراگراف ۱۰)۔ نیز احادیث میں کہیں کوئی اشارہ تک ایسا نہیں پایا جاتا جس سے حضرت عیسیٰ کے نبی کی حیثیت سے آنے اور بذریعۂ وحی شرعی احکام پانے کا شبہ کیا جا سکتا ہو۔

رہے مہدی، تو ان کے بارے میں نبوت اور وحی کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پیراگراف نمبر ۸ و ۹ میں جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے وہ اس نکتے کی توضیح کے لیے کافی ہے۔

بجواب نکتۂ چہارم

(۱۲) قرآن اور سنت کے کسی حکم کو منسوخ کرنا، یا کسی حکم میں رد و بدل کرنا عیسیٰ ابن مریم اور مہدی، دونوں کے اختیارات سے قطعاً خارج ہے۔ ضمیمہ نمبر ۱، ۲، ۳ میں جو احادیث اور اقوالِ علماء جمع کیے گئے ہیں وہ اس سوال کے جواب میں بالکل ناطق ہیں۔ اگر کوئی شخص احادیث میں یَضَعُ الحرب، یَضَعُ الجزیۃ، یَضَعُ الخراج وغیرہ الفاظ دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آکر جہاد بالسیف کو ممنوع قرار دیں گے اور جزیہ و خراج سے ذمیوں کو معاف کر دیں گے تو وہ صریح غلط بات سمجھ بیٹھتا ہے۔ اول تو احادیث میں خود ہی یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد پر ملتوں کا اختلاف ختم ہو جائے گا اور ایک ہی ملت رہ جائے گی اس لیے جنگ اور جزیہ و خراج خود ختم ہو جائیں گے۔ دوسرے ضمیمہ نمبر ا کی روایت نمبر ۲۰ میں کسر صلیب، قتل خنزیر اور وضع جزیہ کو حضرت عیسیٰ کے بجائے مسلمانوں کا فعل بتایا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ نسخ احکام کے مجاز عام مسلمان تو بہر حال نہیں ہو سکتے۔ تیسرے یہ کہ محدثین نے اس کے معنی بالاتفاق وہی بیان کیے ہیں جو ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

> "فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین نصرانیت کو ختم کر دیں گے، صلیب کو حقیقۃً توڑ دیں گے اور اس کی تعظیم کے نصرانی عقیدے کو باطل کر دیں گے، اور دوسرے فقرے سے یہ معنی نکلتے ہیں کہ سؤر کا گوشت کھانے کو حرام کر دیں گے۔
>
> و یضع الحرب۔ کشمیہنی کی روایت میں حرب کے بجائے جزیہ کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ایک ہو جائے گا اور اہل ذمہ باقی ہی نہ رہیں گے کہ کوئی جزیہ ادا کرے۔"
>
> (المحلیٰ، ابن حزم، جلد ۱، صفحہ ۹)

بجواب نکتۂ پنجم

(۱۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی مختلف طریقوں سے آتی تھی۔ اس کی تفصیل علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس طرح بیان کی ہے:۔

"۱۔ سچا خواب، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدائی صورت تھی۔ آپ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ اس طرح صاف صاف آتا تھا جیسے سپیدۂ صبح۔

۲۔ فرشتہ آپ کے ذہن و قلب میں ایک بات ڈالتا تھا بغیر اس کے کہ وہ آپ کو نظر آئے۔ اس کی مثال وہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روح القدس (جبرئیل) نے میرے ذہن میں یہ بات ڈالی ہے (یا پھونکی ہے) کہ کوئی متنفس ہرگز نہ مریگا جب تک کہ اپنے حصے کا پورا رزق نہ پالے، لہٰذا اللہ سے ڈر کر کام کرو اور طلب رزق کا اچھا طریقہ اختیار کرو اور رزق میں تاخیر تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُسے اللہ کی نافرمانی کے ساتھ طلب کرنے لگو، کیونکہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے (یعنی اس کا انعام) وہ صرف اس کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ فرشتہ آپ کے سامنے بصورت انسان نمودار ہو کر بات کرتا تھا اور اس وقت تک مخاطب رہتا تھا جب تک کہ آپ اس کی بات پوری طرح ذہن نشین نہ کر لیں۔ اس صورت میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ صحابہ نے بھی اُس کو دیکھا ہے۔

۴۔ وحی سے پہلے آپ کے کان میں ایک گھنٹی سی بجنی شروع ہوتی تھی اور اس کے ساتھ پھر فرشتہ بات کرتا تھا۔ یہ وحی کی شدید ترین شکل تھی جس سے سخت جاڑے میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے۔ اگر آپ اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو وہ بوجھ کے مارے بیٹھ جاتا تھا۔ ایک دفعہ وحی اس حال میں آئی کہ آپ زید بن ثابت کے زانو پر سر رکھے بیٹھے تھے۔ اس وقت ان پر اتنا بوجھ پڑا کہ ان کی ران ٹوٹنے لگی تھی۔

۵۔ آپ فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں دیکھتے تھے جس میں اللہ نے اسے پیدا کیا ہے، پھر جو کچھ اللہ کا حکم ہوتا اسے وہ آپ پر وحی کرتا تھا۔ یہ شکل دو مرتبہ پیش آئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم میں بیان کیا ہے۔

۶۔ براہِ راست اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی جبکہ آپ معراج میں آسمانوں پر تھے

اور وہاں نماز فرض کی اور دوسری باتیں ارشاد فرمائیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے توسط کے بغیر آپ سے گفتگو کی جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے کی تھی۔ حضرت موسیٰ کے لیے تو یہ مرتبہ قرآن سے ثابت ہے۔ رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تو آپ کے حق میں اس کا ذکر معراج کی حدیث میں آیا ہے۔

ان کے علاوہ بعض لوگوں نے ایک آٹھویں شکل بھی بیان کی ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے بے پردہ ہو کر آپ سے گفتگو کی۔ یہ اُن لوگوں کا مذہب ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا۔ مگر اس مسئلے میں سلف اور خلف کے درمیان اختلاف ہے۔"

(زاد المعاد۔ ج اوّل، صفحہ ۲۴ - ۲۵)

سیوطی نے اتقان جلد اوّل میں ایک پوری فصل اسی مضمون پر لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :۔

"چالیس سال کی عمر میں جب آپ نبی ہوئے تو ابتدائی تین سال تک اسرافیل آپ کی تعلیم و تربیت پر مامور رہے اور اُن کے ذریعہ سے قرآن کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوا۔ پھر جبرئیل وحی لانے پر مقرر ہوئے اور وہ ۲۰ سال تک قرآن لاتے رہے۔ وحی کی صورتیں حسب ذیل تھیں :۔

۱۔ کان میں گھنٹی بجنی شروع ہوتی اور پھر فرشتے کی آواز آتی۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ پہلے آپ سب طرف سے توجہ ہٹا کر اس آواز کو سننے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہو جائیں۔ حضورؐ کا بیان ہے کہ یہ شکل آپ کے لیے سب سے زیادہ شدید تھی۔

۲۔ آپ کے ذہن و قلب میں ایک بات ڈالی جاتی تھی، جیسا کہ آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔

۳۔ فرشتہ آپ سے انسانی شکل میں آکر بات کرتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وحی کی یہ صورت میرے لیے سب سے زیادہ ہلکی ہوتی ہے۔

۴۔ فرشتہ خواب میں آکر آپ سے بات کرتا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ آپ سے براہِ راست کلام کرتا، خواہ بیداری میں یا خواب میں۔

(الاتقان۔ جلد اول۔ صفحہ ۴۴۔۴۵)

بجواب نکتہ ششم

(۱۴) ختم نبوت کی یہ تعبیر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور کسی نوعیت کا نبی نہیں آسکتا، اور یہ کہ آپ آخری نبی ہیں جن کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، اور یہ کہ آپ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اور جو اس کو مانے وہ کاذب اور کافر اور دائرۂ ملت سے خارج ہے، یہ آغاز اسلام سے آج تک تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے جس میں اسلامی فرقوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس عقیدے کی بنیاد قرآن، سنت اور اجماعِ امت پر ہے۔

(الف) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بالفاظِ صریح خاتم النبیین قرار دیا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (سورۂ احزاب رکوع ۵، آیت ۴۰)

محمدؐ نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین۔

خاتم کے لفظ کو خواہ بالکسر خاتِم پڑھا جائے یا بالفتح خاتَم، دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی ہے۔ خاتم لفظ ختم سے نکلا ہے جس کے معنی مُہر کرنے یا لگانے کے ہیں۔ اگر خاتِم پڑھا جائے تو یہ مُہر کرنے والے کے معنی میں ہوگا۔ اور اگر خاتَم پڑھا جائے تو اس کے معنی خود مُہر کے ہیں۔ دونوں صورتوں میں مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انبیاء کے سلسلے پر مُہر لگ گئی ہے۔

یہ آیت جس سیاق و سباق میں آئی ہے وہ اس معنی کو قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے اور کسی دوسرے معنی کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ سیاق و سباق یہ ہے کہ عرب میں مُنہ بولے بیٹے کو بالکل صُلبی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا جس سے بے اولاد لوگوں کے دوسرے رشتے دار وراثت سے

محروم ہو جاتے تھے، اور گھر میں ایک غیر صُلبی بیٹے کا اصلی بیٹے کی طرح رہنا بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا کرتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کے پہلے رکوع میں متبنّیٰ کی نفی فرمائی۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّیٰ حضرت زید بن حارثہ نے اپنی بیوی حضرت زینب کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ خود حضرت زینب سے شادی کر کے عرب کی اس رسم کو عملاً توڑ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس پر عمل کیا اور اس پر نہ صرف مدینے میں بلکہ عرب کے دوسرے حصوں میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپگنڈے کا ایک سخت طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ منافقین، یہود اور مشرکین، سب یہ کہتے تھے کہ انہوں نے اپنی بہو سے شادی کر لی ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا تھا کہ جس شخص کی مطلقہ بیوی سے شادی کی گئی ہے وہ آپ کا صُلبی بیٹا نہ تھا اس لیے اس سے شادی کرنا جائز تھا، تو جواب میں وہ کہتے تھے کہ بالفرض یہ جائز ہی سہی، مگر اس فعل کا کرنا کیا ضرور تھا؟ ان اعتراضات کے جواب میں سورۂ احزاب کا پانچواں رکوع نازل ہوا جس میں پہلے تو اللہ تعالیٰ صاف طور پر یہ فرماتا ہے کہ نبی نے یہ فعل ہمارے حکم سے کیا ہے، پھر مذکورۂ بالا آیت میں معترضین کو تین جواب دیتا ہے:

۱۔ یہ کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، یعنی جو نکاح انہوں نے کیا ہے وہ "بہو" سے ہوا ہی نہیں، پھر اس پر اعتراض کیسا۔

۲۔ یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، یعنی ان کا فرض ہے کہ شریعت الٰہی کے احکام کو نہ صرف بیان کریں بلکہ خود ان پر عمل بھی کریں اور غیر شرعی رسموں کو مٹائیں۔

۳۔ یہ کہ وہ خاتم النبیین ہیں، یعنی وہ رسول بھی ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی رسول یا نبی آنے والا نہیں ہے، اگر وہ کسی خرابی کو باقی رہنے دیں تو یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ بعد میں کوئی دوسرا آکر اس کی اصلاح کر دے گا۔

اس سیاق و سباق میں نہ یہ معنی لیے جا سکتے ہیں کہ وہ اپنی مہر لگا کر آئندہ نئے نئے نبی بناتے رہیں گے، اور نہ یہ معنی لیے جا سکتے ہیں کہ وہ خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہیں جن پر نبوت کے کمالات تو ختم ہو گئے مگر سلسلۂ نبوت بند نہ ہوا۔ ان دونوں من گھڑت معنوں میں سے جو بھی لیے جائیں گے،

خاتم النبیین کا فقرہ اِس سیاق و سباق میں بالکل مہمل ہو جائے گا۔ تقابل کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر ۲، پیراگراف ۱۰۔

(ب) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہایت واضح الفاظ میں مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے اس کی تشریح فرمادی ہے جس کے بعد کوئی شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو کسی دوسری تعبیر و تاویل کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ ضمیمہ نمبر ۴ میں ہم نے وہ تمام احادیث جمع کردی ہیں جو اس آیت کی تفسیر میں نہایت مضبوط سندوں کے ساتھ کتبِ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ ان احادیث کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے یہ مضمون ایک دفعہ نہیں، بار ہا بیان کیا ہے اور ایسے صریح الفاظ میں بیان کیا ہے جن سے زیادہ صریح الفاظ اِس کے لیے اور کوئی ہو نہیں سکتے۔

(ج) قدیم زمانے سے آج تک امت کے تمام علماء اس آیت کے وہی معنی سمجھتے رہے ہیں جو اوپر ہم نے بیان کیے ہیں۔ ضمیمہ نمبر ۵ میں ہم نے تیسری صدی سے لے کر تیرھویں صدی تک کے تمام اکابر مفسرین کی تفسیریں نقل کردی ہیں جنہیں دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہر زمانے میں ہر ملک کے مفسر اس کا صرف یہی ایک مطلب لیتے رہے ہیں۔ اس کے سوا کسی مفسر کا کوئی قول پیش نہیں کیا جا سکتا۔

(د) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متصلاً بعد صحابۂ کرام نے بالاتفاق اُن سب لوگوں کے خلاف جنگ کی جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا یا اس دعوے کو مانا۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابلِ ذکر ہے۔ معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ مُسیلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کیا تھا۔ وہ آپ کو نبی تسلیم کرتا تھا۔ البتہ خود اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا۔ طبری وہ خط نقل کرتا ہے جو مسیلمہ نے حضورؐ کی وفات سے پہلے آپؐ کو لکھا تھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے:۔

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ، سلام علیک فانی قد اُشرکت فی الامر معک "یہ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ امر نبوت میں شریک کیا گیا ہوں"۔ (جلد دوم۔ صفحہ ۳۹۹)

مگر اس کے باوجود وہ کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا۔ پھر تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ

نیک نیتی کے ساتھ (IN GOOD FAITH) اُس پر ایمان لائے تھے۔ البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر نے تفصیل کے ساتھ وہ وجوہ بتائے ہیں جن کی بنا پر بنو حنیفہ اس کے فتنے میں مبتلا ہوئے۔ اس سلسلے میں وہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص رَحّال بن عُنفُوَہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مسلمان ہوا اور کچھ مدت تک قرآن سیکھتا رہا۔ پھر وہ مسیلمہ کے پاس جا کر اس کی نبوت پر ایمان لے آیا اور اس نے بنو حنیفہ کو یقین دلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو شریک فی الامر کیا ہے۔ نیز جو قرآن اس کو یاد تھا اُسے اس شخص نے مسیلمہ پر نازل شدہ کلام کی حیثیت سے بنو حنیفہ کے سامنے پیش کیا۔ یہی چیز بنو حنیفہ کے لیے سب سے بڑھ کر فتنے کا موجب بنی (جلد پنجم، صفحہ ۵۱)۔ مگر اس نیک نیتی کے باوجود صحابہؓ کرام نے بنو حنیفہ کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔

پھر یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ مُسیلمہ اور بنو حنیفہ کے خلاف صحابۂ کرام کی جنگ بربنائے دعوائے نبوت نہ تھی بلکہ بربنائے خروج و بغاوت تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی قانون میں جن لوگوں کے خلاف خروج و بغاوت کے جُرم میں فوج کشی کی جاتی ہے اُن کے اسیروں کو غلام نہیں بنایا جاتا، خواہ وہ مسلمان ہوں یا ذمّی۔ مگر مسیلمہ کے پیرووں کے خلاف جو فوج کشی کی گئی تھی اس کے آغاز ہی میں حضرت ابوبکرؓ نے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ

ان یسبی النساء والذراری ولا یقبل من احد غیر الاسلام

"ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا جائے گا اور ان سے اسلام کے سوا کوئی چیز قبول نہ کی جائے گی۔ (یعنی وہ ذمّی نہیں بنائے جائیں گے)"۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۳۱۶)

اور واقعتہً بھی یہی ہوا کہ بنی حنیفہ کے اسیر غلام بنائے گئے، اور یہ مشہور واقعہ ہے کہ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصے میں آئی۔ حضرت علیؓ کے نامور صاحبزادے محمد بن حنفیہ اسی حنفی لونڈی کے بطن سے تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶۔ صفحہ ۳۲۵)

یہ تھا ختم نبوت اور ارتداد کے مسئلے میں صحابۂ کرام کی پوری جماعت کا متفقہ فیصلہ۔ اسلام اور اس کے اصول و قوانین کے لیے قرآن و حدیث کے بعد اجماع صحابہ سے بڑھ کر کوئی سند نہیں ہے۔

اور کم از کم کوئی معقول آدمی تو یہ بات نہیں مان سکتا کہ جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تعلیم و تربیت پائی تھی ان کی متفقہ رائے تو اسلام کی صحیح ترجمان نہ ہو اور آج کوئی زید یا بکر جس چیز کو اپنی جگہ اسلام سمجھ بیٹھا ہو وہ اصلی اسلام ہو۔

(۱۴) دورِ صحابہ کے بعد سے لے کر آج تک ختم نبوت کے بارے میں امت کے فقہاء، محدثین اور مفسرین کا کیا مسلک رہا ہے، اسے ہم نے ضمیمہ نمبر ۵ و ۶ میں پیش کر دیا ہے۔ اس میں یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک ہی بات ہے جسے پہلی صدی ہجری کے امام ابو حنیفہ سے لے کر تیرھویں صدی کے علامہ آلوسی تک سب کہتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں ہندوستان کے مصنفین فتاوائے عالمگیری، ایران کے امام غزالی، ماوراء النہر کے ملا علی قاری، ٹرکی کے اسماعیل حقی، عراق کے علامہ آلوسی، شام کے علامہ ابن کثیر، مصر کے امام سیوطی، یمن کے امام شوکانی، مراکش کے قاضی عیاض اور اندلس کے ابن حزم، سب شامل ہیں۔ پھر ان میں زمخشری معتزلی ہیں تو امام رازی اشعری۔ شوکانی اہل حدیث ہیں تو ابن حزم ظاہری۔ ابن کثیر حنبلی ہیں تو امام غزالی شافعی۔ قاضی عیاض مالکی ہیں تو اسماعیل حقی اور آلوسی اور ابن نجیم وغیرہ حنفی۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس مسئلے میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہر ملک، ہر زمانے اور ہر مسلک و مذہب کے مسلمانوں کا عقیدہ ایک ہی رہا ہے اور وہ وہی ہے جسے یہاں آل مسلم پارٹیز کنونشن نے پیش کیا ہے۔

(۱۵) یہ امر نظر انداز نہ کیا جانا چاہیے کہ ختم نبوت کا یہ عقیدہ محض ایک اعتقادی مسئلہ نہیں ہے جس میں اختلاف رونما ہونے کے اثرات و نتائج صرف فکر و خیال کی دنیا تک محدود رہ سکتے ہوں، بلکہ یہی وہ واحد بنیاد ہے جس پر مسلمانوں کی پوری قومی عمارت قائم ہے، جس کے بقا پر مسلم ملت کی وحدت اور اس کا استحکام منحصر ہے، اور جس کے متزلزل ہو جانے کے اثرات و نتائج محض "مذہب" کے دائرے تک محدود رہ جانے والے نہیں ہیں بلکہ تمدنی اور سیاسی اور معاشی اور بین الاقوامی ہر حیثیت سے ہمارے لیے سخت مہلک ہیں۔ تاریخ کے دوران میں مسلمانوں کے درمیان عقائد اور اصول اور فروع میں بے شمار اختلافات رونما ہو چکے ہیں اور اب بھی ہوتے جا رہے ہیں جن کے

نہایت برے اثرات ہماری اجتماعی زندگی پر مترتب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مگر شروع سے آج تک جس چیز نے تمام تفرقوں اور اختلافات کے باوجود ہم سب کو ایک ملت بنا رکھا ہے، اور جس چیز کی بدولت ہمیشہ قومی خطرات و مصائب کے وقت یا اہم قومی مسائل پیش آنے پر ہمارا متحد ہو کر کام کرنا ممکن ہوا ہے وہ صرف ایک رسول کی پیروی پر ہمارا متفق ہونا ہے۔ یہ ایک بنیاد بھی اگر متزلزل ہو جائے اور نئے نئے رسولوں کی دعوتیں اٹھ کر ہمیں الگ الگ امتوں میں بانٹنا شروع کر دیں تو پھر کوئی طاقت ہمیں مستقل طور پر پراگندہ ہونے سے نہ بچا سکے گی اور کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے گی جو ہم کو کبھی جمع کر سکے۔ اس فتنۂ عظیم سے جو لوگ "رواداری" برتنے کا ہمیں مشورہ دے رہے ہیں وہ صرف یہی نہیں کہ رواداری کے معنی اور اس کے حدود نہیں جانتے، اور صرف یہی نہیں کہ وہ اسلام سے ناآشنا ہیں، بلکہ درحقیقت وہ بڑی نیک نیتی مگر بڑی نادانی و بے فکری کے ساتھ مسلم ملت کی قبر کھودنا چاہتے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ پاکستان کے حق میں تو ان کی یہ غلطی قطعی طور پر ہلاکت کا پیغام ہے اور اس ریاست کا کوئی بڑے سے بڑا بدخواہ بھی اس کے ساتھ وہ بدخواہی نہیں کر سکتا جو یہ رواداری کے پیغمبر کر رہے ہیں۔ یہ ملک مسلمانوں کی متفقہ قومی خواہش سے بنا ہے اور اسی وقت تک یہ ایک خود مختار ریاست کی حیثیت سے قائم ہے جب تک مسلمانوں کی متفقہ قومی خواہش اس کی پشت پناہ ہے۔ دنیا کے دوسرے مسلم ممالک میں، جہاں زبان ایک ہے، نسل ایک ہے، اور جغرافی حیثیت سے قومی وطن یکجا ہے، مسلمانوں کو اپنی قومیت کے لیے اسلام کے سوا دوسری بنیادیں بھی مل سکتی ہیں۔ مگر پاکستان جس میں نہ نسل ایک، نہ زبان ایک، اور جغرافی حیثیت سے جس کے دو ٹکڑے ایک ہزار میل کے فاصلے پر واقع ہیں، یہاں قومیت کی کوئی دوسری بنیاد تلاش کرنے والا اور اس کو ممکن سمجھنے والا صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو لاطائل خیالات کی دنیا میں رہتا ہو اور جسے عملی سیاست کی ہوا تک نہ لگی ہو۔ یہاں مسلمانوں کے لیے بنائے وحدت اسلام کے سوا دوسری کوئی نہیں ہے، اور اسلام میں بھی صرف ایک ختم نبوت وہ چیز ہے جو اس وقت عملاً بنائے وحدت بنی ہوئی ہے۔ اس بنیاد کو رواداری کی مقدس دیوی کے آستانے پر بھینٹ چڑھا دیجئے، پھر دیکھیے

کہ کونسی طاقت اِس عمارت کو مسمار ہونے سے بچا سکتی ہے۔ آج اِس اجرائے سلسلۂ نبوت کے اثرات زیادہ تر پنجاب تک محدود ہیں، اس لیے اس کے پورے کرشمے ہماری قومی قیادت کو نظر نہیں آتے۔ مگر جب یہ فتنہ اپنی تبلیغ سے دوسرے صوبوں تک پھیل جائے گا تب ان عقلائے روزگار کو رواداری کے معنی اچھی طرح معلوم ہو جائیں گے۔

بجواب نکتۂ ہفتم

(۱۶) نکتۂ ہفتم متعدد سوالات پر مشتمل ہے جن پر ہم الگ الگ بحث کریں گے۔

۱۔ یہ امر کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم کلیدی مناصب پر فائز نہیں ہو سکتا، قرآن کی صریح ہدایات پر مبنی ہے۔ قرآن نے اس قاعدے کو ایجابی (POSITIVE) اور سلبی (NEGATIVE) دونوں طریقوں سے بیان کیا ہے۔ ایجابی طریقے سے وہ کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (نساء۔ رکوع ۸۔ آیت ۵۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان اولوالامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی امر میں نزاع ہو جائے تو اس کو پھیرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تم ایمان رکھتے ہو خدا پر اور روزِ آخرت پر۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست کے اولوالامر (RULERS) صرف مسلمان ہی ہو سکتے ہیں۔ البتہ احکام دینے والے با اختیار لوگوں کے ماتحت غیر مسلموں کے اہل کار ہونے میں یہ آیت مانع نہیں ہے۔

دوسری طرف سلبی حیثیت سے سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ (رکوع ۱۲۔ آیت نمبر ۱۱۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے سوا (یعنی مسلمانوں کے سوا) دوسرے لوگوں کو شریکِ راز نہ بناؤ۔

"شریکِ راز" ہم نے لفظ بِطانہ کا ترجمہ کیا ہے۔ زمخشری نے، جو عربی زبان کے مسلّم ماہرین

میں شمار ہوتا ہے، اس لفظ کی تشریح یوں کی ہے:۔

بطانہ خلاف الظھارۃ، بطانۃ الثوب باطنہ، بطانۃ الرجل ولیجتہ، خصیصہ وصفیہ الذی یطلع علی داخل امرہٖ۔

بطانہ کا لفظ ظہارہ کی ضد ہے۔ کپڑے کے استر کو کپڑے کا بطانہ کہتے ہیں۔ آدمی کا بطانہ اور ولیجہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو اس کا مخصوص دوست اور چیدہ ساتھی ہو، جو اس کے اندرونی معاملات پر مطلع ہو۔

سورۂ توبہ میں پھر ارشاد ہوتا ہے:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (رکوع ۲ - آیت نمبر ۱۶)

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنے معاملات میں دخیل نہیں بنایا، اور اللہ باخبر ہے اُن اعمال سے جو تم لوگ کرتے ہو۔

"اپنے معاملات میں دخیل" لفظ "ولیجہ" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ولوج سے نکلا ہے جس کے معنی گھسنے اور داخل ہونے کے ہیں۔ اس کے معنی کی تشریح راغب اصفہانی نے اپنی مخصوص لغت قرآن میں اس طرح کی ہے:

الولیجۃ کل ما یتخذہ الانسان معتمدًا علیہ ولیس من اھلہ من قولھم فلان ولیجۃ فی القوم اذا لحق بھم ولیس منھم انسانا کان او غیرہٗ۔

ولیجہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے انسان اپنا معتمد علیہ بنائے اور وہ درحقیقت اُس کا رفیق نہ ہو۔ اہل عرب کے محاورے میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں قوم کا ولیجہ ہے، یعنی وہ درحقیقت اُن میں سے نہیں ہے مگر ان کے ساتھ لاحق ہو گیا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق انسان اور غیر انسان دونوں پر ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی ان ہدایات کا منشا یہ ہے کہ غیر مسلموں کو رازوں میں شریک نہ کیا جائے اور

حکومت کے نظام کی رہنمائی اور پالیسی کی تشکیل میں اُن کو دخیل نہ بنایا جائے۔ ان ہدایات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں جس طریقے سے عمل کیا گیا وہ یہ تھا کہ اس پورے دورِ حکومت میں کسی غیر مسلم کو نہ مجلس شوریٰ میں شریک کیا گیا، نہ کسی صوبے کا گورنر بنایا گیا، نہ کسی فوج کا سالار بنایا گیا، نہ قاضی بنایا گیا اور نہ کوئی دوسرا ایسا منصب دیا گیا جو کلیدی منصب کی تعریف میں آتا ہو، یعنی جس کا پالیسی بنانے میں کوئی دخل ہو یا جس کے ذریعہ سے وہ پالیسی پر اثر انداز ہو سکے۔ اگرچہ حکومت کی خدمات میں غیر مسلم شریک ضرور کیے گئے تھے، مگر کلیدی مناصب سے فروتر مناصب ہی پر رکھے گئے تھے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت میں یہودی، عیسائی اور مجوسی بڑی تعداد میں ذمیوں کی حیثیت سے موجود تھے، اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں سلطنت کی رعایا مسلمانوں کی بہ نسبت غیر مسلموں پر بہت زیادہ مشتمل تھی۔

۲- یہ امر کہ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی علانیہ اشاعت کا حق حاصل ہے یا نہیں، اس باب میں جہاں تک ہمیں علم ہے نفیاً یا اثباتاً کوئی احکام نہیں دیے گئے ہیں۔ نہ اس کی صاف صاف اجازت ہی کا کوئی حکم ہے، نہ اس کی صریح ممانعت ہی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک ایک اسلامی ریاست کے اہل حل و عقد، اسلام کی عمومی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس کے متعلق خود ہی مناسب حدود تجویز کر سکتے ہیں۔

۳- اس سلسلے کا آخری مسئلہ جو VICARIOUS LIABILITY IN SIN کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے اس سے اگر عدالت کا منشا یہ معلوم کرنا ہے کہ اسلام میں ایک شخص کے گناہ کی ذمہ داری میں دوسرے لوگ کس حد تک اور کس حیثیت سے شریک ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں معاشرے کی فلاح و بہبود معاشرے کے تمام افراد کی مشترک ذمہ داری ہے، اس لیے ہر فعل جو معاشرے میں کسی نوعیت کی خرابی پیدا کرتا ہو ایک شخص کا محض ذاتی گناہ نہیں ہے بلکہ ایک اجتماعی گناہ ہے، اس کو روکنے کی کوشش کرنا ہر شخص کا فرض ہے، نہ روکے تو گناہ کی اشاعت میں حصہ دار ہوگا، اور جو شخص معاشرے میں جتنی زیادہ طاقت اور ذمہ دارانہ حیثیت رکھتا ہے وہ اس خرابی سے رواداری برت کر اتنا ہی زیادہ سخت جواب دہی کا مستحق ہوگا۔ قرآن اور حدیث میں اس اجتماعی فریضے کے لیے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا

عنوان اختیار کیا گیا ہے اور اس کو اتنی کثرت سے، اتنے مختلف طریقوں سے زور دے دے کر بیان کیا گیا ہے کہ اس کا کوئی معتد بہ جزو بھی اس بیان میں نقل نہیں کیا جا سکتا۔ توضیح مدعا کے لیے یہاں ہم صرف دو حدیثیں نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

الا، کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ، فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی اھل بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ، الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (مشکوٰۃ، بحوالہ بخاری ومسلم)

خبردار ہو تم میں ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے لیے جوابدہ ہے، پس امام جو لوگوں کا فرمانروا ہو وہ اپنی پوری رعیت کے لیے جوابدہ ہے، مرد اپنے اہل خانہ کا راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے لیے جواب دہ ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے لیے جوابدہ ہے، غلام اپنے آقا کے مال کا راعی ہے اور وہ اس کے لیے جوابدہ ہے۔ پس خبردار، تم سب راعی ہو اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے لیے جواب دہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا دائرہ اثر جتنا وسیع ہے، اس کی ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص جو کسی قوم میں رہ کر معصیتوں کا ارتکاب کرے اور اس قوم کے لوگ اس کو بدلنے کی قوت رکھنے کے باوجود اس کو نہ بدلیں اور پھر اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے ہی ان لوگوں کو اس کی سزا نہ دے۔

قرآن مجید میں ہم کو اس مضمون کی ایک سے زیادہ مثالیں ملتی ہیں کہ معصیت اور غلط کاری کے ذمہ دار تنہا وہی لوگ نہیں ہیں جو اس کا ارتکاب کریں، بلکہ وہ لوگ بھی ہیں جو اس پر راضی ہوں، اور وہ لوگ بھی ہیں جو اس سے رواداری برت کر اسے پھیلنے کا موقع دیں۔ چنانچہ قرآن قوموں پر عام عذاب نازل ہونے

کی وجہ یہی بیان کرتا ہے کہ اگرچہ ایسی قوموں کے سب لوگ یکساں مرتکب معصیت نہ تھے، مگر معصیت پر راضی ہو کر اور اس سے رواداری برت کر سب گناہ میں شریک ہو گئے تھے، اس لیے خدا نے عام اور خاص سب کو مبتلائے عذاب کیا۔

بجواب نکتۂ ہشتم

(۱۷) آٹھویں نکتے کو محترم عدالت نے جن الفاظ میں بیان فرمایا ہے اس سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آیا ڈائرکٹ ایکشن کے جواز و عدمِ جواز پر اصولی حیثیت سے بحث مطلوب ہے، یا صرف وہ خاص ڈائرکٹ ایکشن زیرِ بحث ہے جو ختمِ نبوت کے سلسلے میں کیا گیا تھا۔ ہم یہ فرض کرتے ہوئے کہ محترم عدالت کا منشا دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے، اس مسئلے پر دونوں حیثیتوں سے گفتگو کریں گے۔

(۱۸) ڈائرکٹ ایکشن سے مراد ہمارے نزدیک SIVIL DISOBEDIENCE ہے یعنی "پُرامن نافرمانی"، یا "نافرمانی بلا تشدّد"، یا "غیر مسلح نافرمانی"۔ ہندوستان و پاکستان کی تاریخ میں یہ لفظ آج تک انہی معنوں میں استعمال ہُوا ہے اور یہاں کے عوام و خواص اس کا یہی مفہوم سمجھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک غیر آئینی طریق کار ہے، کیونکہ آئینِ ملکی حکومت کی پالیسی پر اثر انداز ہونے یا اس سے مطالبات تسلیم کرانے کے جو طریقے مقرر کرتا یا جائز رکھتا ہے، یہ طریقہ اُن میں شامل نہیں ہے، اور کوئی آئین احکام کی نافرمانی یا قوانین کی خلاف ورزی کو جائز نہیں رکھتا لیکن صرف یہ بات کہ یہ ایک غیر آئینی طریقِ کار ہے، اس کو حق اور انصاف کے خلاف ثابت کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ انسانی عقلِ عام حق اور انصاف کے جن تصوّرات کو ہمیشہ سے قبول کرتی رہی ہے اور آج بھی قبول کرتی ہے، اُن کی رو سے ایک حکومت، قطع نظر اس سے کہ وہ جمہوری ہو یا شخصی یا کسی اور قسم کی، اطاعت کا غیر مشروط اور غیر محدود حق نہیں رکھتی۔ اس کا یہ حق اس شرط کے ساتھ مشروط ہے، اور اس کو اسی حد تک محدود رہنا چاہیے کہ اس کے احکام، قوانین، نظریات اور حکمتِ عملی، معقولیت پر مبنی ہوں اور ملک کے عام باشندے ان پر مطمئن ہوں۔ کسی حکومت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں پر ان کی مرضی کے خلاف ایک ایسا نظام یا نظریہ یا حکم مسلط کر دے جو دلیل سے

معقول اور جائز ثابت نہ کیا جا سکتا ہو، اور جس کا برا اثر لوگوں کے مذہب، یا اخلاق، یا نظامِ تمدن و معاشرت، یا مادّی مفاد پر پڑتا ہو۔ آئین کا احترام اور اس کی پابندی بلاشبہ ملک کے امن و امان کے لیے ضروری ہے، اور امن و امان نہایت قیمتی چیز ہے، مگر ایک حکومت غیر معقول رویہ اختیار کرکے، اور عوام کی مرضی کے خلاف ان پر اپنی مرضی زبردستی ٹھونس کر، اور اُن کے جائز مطالبات اور اظہارِ ناراضی کو ٹھکرا کر خود آئین کی بے احترامی کا دروازہ کھولتی ہے، اور ایسا رویہ اختیار کرنے کے بعد اسے یہ مطالبہ کرنے کا حق باقی نہیں رہتا کہ لوگ اس کے آئین کا احترام کریں۔ اِس معاملہ میں حکمرانوں کا نقطۂ نظر بالعموم یہ رہا ہے کہ لوگوں کو بہرحال اطاعتِ امر کرنی چاہیے خواہ حکومت معقول رویہ اختیار کرے یا غیر معقول، اور خواہ وہ ظلم کرے یا انصاف۔ نمرودیت اور فرعونیت ہمیشہ اسی اصول کا سہارا لیتی رہی ہے، مگر انسانیت کے ضمیر نے کبھی اس اصول کو تسلیم نہیں کیا ہے اور اسی بنا پر انسانیت نے ہمیشہ اُن لوگوں کو سراہا ہے جنہوں نے ظلم اور جبر اور ناروا استبداد کا مقابلہ کیا ہے۔ انسان کی حسِ انصاف نے "پُر امن نافرمانی" ہی نہیں بلکہ مسلح بغاوت تک کی ایسے حالات میں حمایت کی ہے جبکہ حکمران (خواہ وہ ملکی ہوں یا غیر ملکی) باشندوں کی مرضی پر اپنی مرضی اور غیر معقول مرضی زبردستی ٹھونسنے پر مُصر رہیں اور اصلاح کی معقول اور پُرامن تدبیروں کا اثر قبول کرنے سے انکار کیے چلے جائیں۔

اس مختصر بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی "پُر امن نافرمانی" کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرنے کے لیے اصولاً یہ دیکھنا ضروری ہے کہ :-

(الف) مطالبات بجائے خود معقول ہیں یا نامعقول، اور ان کے مقابلے میں حکومت کا رویّہ کسی معقول دلیل پر مبنی ہے یا نہیں،

(ب) مطالبات کی پشت پر اُن لوگوں کی بڑی اکثریت ہے یا نہیں جن کے اخلاقی و روحانی یا مادّی مفاد سے وہ مطالبات متعلق ہیں، اور

(ج) ان کو تسلیم کرانے کے لیے جائز، پُرامن، آئینی تدابیر کا حق پوری طرح ادا کیا جا چکا ہے یا نہیں

اِن تین حیثیتوں سے جو نافرمانی جواز کی تمام شرائط پوری کر چکی ہو اسے حق اور انصاف کے انسانی

تصورات بہر حال سند جواز ہی دیں گے، خواہ وقت کے قانون کا فتویٰ اس کے معاملے میں کچھ ہی ہو۔

(۱۹) جو کچھ اوپر پیراگراف نمبر ۱۸ میں عرض کیا گیا ہے، وہی اس معاملے میں اسلام کا نقطۂ نظر ہے۔ اسلام بدنظمی اور بدامنی کو نہایت ناپسند کرتا ہے۔ وہ امن اور نظم کی حمایت میں یہاں تک جاتا ہے کہ اس کے نزدیک ایک بُرا انتظام بھی قابلِ برداشت ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کی جگہ بدنظمی لے لے۔ مگر اس کے ساتھ وہ یہ اصول بھی مقرر کرتا ہے کہ خدا کی نافرمانی میں کسی کے لیے اطاعت نہیں ہے، معصیت کا حکم بہر حال نہیں مانا جا سکتا، اور دین کے اصولوں میں ترمیم یا منصوص احکام میں تغیّر کی بہر حال مزاحمت کی جائے گی۔ قرآن مجید میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی اطاعت کو "فی المعروف" کی شرط سے مشروط کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ ممتحنہ میں رسول سے بیعت کا جو فارمولا بیان ہوا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ — اور وہ "معروف" میں تیری نافرمانی نہ کریں۔

(سورہ نمبر ۶۰ - آیت نمبر ۱۲)

اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ آپ کا حکم "منکر" پر بھی مبنی ہو سکتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اصولِ حق کی توضیح کے لیے خود آپؐ کی بیعت کو بھی "معروف" سے مشروط کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ "اطاعت فی المنکر" کسی کے لیے بھی نہیں ہے۔

اسی بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بکثرت ارشادات میں واضح فرمایا ہے، چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره ما لم يؤمر بمعصية فاذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة۔	مسلمان پر واجب ہے کہ حکم سنے اور اطاعت کرے، خواہ حکم اسے پسند ہو یا ناپسند، جب تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔ مگر جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سنا جائے اور نہ مانا جائے۔

ایک اور حدیث میں آپ کا ارشاد یہ ہے:

لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف (بخاری مسلم) معصیت میں کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو صرف معروف میں ہے۔

یہی بات حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کی پہلی تقریر میں فرمائی تھی :۔

اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہ فان عصیت اللہ و رسولہ فلا طاعة لی علیکم (الصدیق۔ محمد حسین ہیکل ص۶۶) میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا رہوں۔ لیکن اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر واجب نہیں ہے۔

(۲۰) یہی اصول ہے جسے دنیا کی اُن تمام بڑی بڑی شخصیتوں نے ہمیشہ اختیار کیا ہے جن کو انسانی تاریخ عظیم الشان لیڈروں کی حیثیت سے پیش کرتی ہے۔ دُور کیوں جائیے، خود پاکستان کے بانی مسٹر جناح مرحوم، جو متحدہ ہندوستان کے سب سے بڑے آئین پسند (CONSTITUTIONALIST) لیڈر سمجھے جاتے تھے، آخرکار اس کے قائل ہوئے، ان کی صدارت میں مسلم لیگ نے جولائی ۱۹۴۶ء میں ڈائرکٹ ایکشن کا ریزولیوشن پاس کیا، اور چاہے آج مسلم لیگ کے لیڈر لارڈ ریڈنگ اور مسٹر ملکم ہیلی کی زبان بولنے لگے ہوں، مگر ۱۹۴۷ء میں، اُس وقت جبکہ مسٹر جناح مرحوم اس جماعت کے لیڈر تھے، میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ اور ملک فیروز خاں نون اور نواب صاحب ممدوٹ ایک آئینی طور پر قائم شدہ وزارت کو توڑنے کے لیے ڈائرکٹ ایکشن کر چکے ہیں اور خواجہ ناظم الدین صاحب اس کی حمایت کر چکے ہیں۔ اُس وقت اُن میں سے کوئی صاحب بھی اس اصول کے قائل نہ تھے کہ "مطالبات کے اوصاف (MERITS) خواہ کچھ بھی ہوں، مگر کسی حکومت سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ سول نافرمانی اور غیر قانونی کارروائی کی دھمکی کے آگے جھک جائے گی، اور کسی حکومت کو اس کے آگے نہ جھکنا چاہیے"۔

(۲۱) کسی عوامی مطالبے کے جواب میں حکمرانوں کا محض یہ کہہ دینا کہ یہ مطالبات غیر معقول ہیں، یا یہ کہ ان کو قبول کرنا ملک کے لیے نقصان دہ ہے، کوئی وزن نہیں رکھتا، الّا یہ کہ وہ سامنے آ کر تفصیلی دلائل کے ساتھ یہ بتائیں کہ مطالبات کیوں نامعقول ہیں اور ان سے ملک کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ ایک جمہوری نظام میں لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ حکمرانوں کے مبہم ارشادات پر ایمان بالغیب

لے آئیں گے اور اُن کو ایسا عقلِ کُل مان لیں گے کہ اُن کا کسی بات کو غیر معقول کہہ دینا بجائے خود اس کو غیر معقول تسلیم کر لینے کے لیے کافی ہو۔ نیز، ایک جمہوری نظام میں یہ بات نہیں مانی جا سکتی کہ قوم خود اپنے مفاد کی دشمن ہے اور اس کے مفاد کو چند وزراء، یا سکرٹریٹ کے چند عہدہ دار، یا پولیس کے چند افسر زیادہ جانتے ہیں۔ جمہوریت کا تو تقاضا ہی یہ ہے کہ جس بات کو قوم کی اکثریت چاہتی ہے، عمل اُسی پر ہونا چاہیے، اور جو لوگ اپنے نزدیک اس کو ملک کے لیے نقصان دِہ سمجھ کر اس پر عمل نہ کرنا چاہتے ہوں، وہ پہلے استعفا دے کر حکومت کی کرسیاں چھوڑیں، پھر قوم کی رائے کو اپنے نقطۂ نظر کے مطابق ہموار کرنے کی کوشش فرمائیں۔ لیکن اگر وہ کرسیاں نہ چھوڑنا چاہتے ہوں تو، یا قوم کی بات مانیں یا پھر اس کو اپنی پالیسی پر مطمئن کریں۔

(۲۲) اصولی بحث کو ختم کر کے آگے بڑھنے سے پہلے ہم اس بات کو بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جماعت اسلامی نے اپنے دستور کی دفعہ ۱۰ شق (۳) میں اپنے آپ کو آئینی طریقِ کار کا پابند کیا ہے، کیونکہ وہ یہ امید رکھتی ہے کہ یہاں کی حکومت جس جمہوریت کی مدعی ہے اس کے بنیادی اصولوں اور تقاضوں کی وہ بھی پابند رہے گی اور ملک کے نظام میں کسی ایسے تغیر کو لانا غیر ممکن نہ بنا دے گی جس کی ضرورت معقول دلائل سے ثابت کر دی جائے، جس کو باشندوں کی اکثریت چاہتی ہو، اور جس کے لیے آئینی تدابیر ایک جمہوری نظام میں بہرحال کافی ہونی چاہئیں۔ مگر ہم حکومت کی "ظلِ الٰہی" پر ایمان نہیں رکھتے کہ اپنے اوپر اس کے خدائی حقوق مان لیں اور خداوند عالم کی قہاری کی طرح اس کی قہاری کو بھی برحق تسلیم کر لیں۔

(۲۳) اب ہم اُس خاص ڈائرکٹ ایکشن کو لیتے ہیں جو ختمِ نبوت کے سلسلے میں کیا گیا۔ اس کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ:

(الف) یہ ڈائرکٹ ایکشن حق بجانب نہ تھا،

(ب) مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس معاملے میں حق حکومت کی جانب تھا۔

اس رائے کے دونوں اجزاء ایک دوسرے کے ساتھ منطقی ربط رکھتے ہیں اور محترم عدالت کو

ایک منصفانہ اور متوازن رائے قائم کرنے میں مدد دینے کے لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان دونوں اجزا کو پوری وضاحت کے ساتھ پیش کردیں۔ یہ توضیح خصوصیت کے ساتھ اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کا گہرا تعلق فسادات کے اسباب سے ہے، اور فسادات کے اسباب کا گہرا تعلق ذمہ داری کی تشخیص کے ساتھ ہے لہٰذا اگر اس مسئلے کے متعلق کوئی متوازن اور جامع اور مبنی برحقیقت رائے قائم نہ کی گئی تو ذمہ داری کی تشخیص میں غلطی ہو جانے کا اندیشہ ہے جو لامحالہ انصاف پر اثر انداز ہوگی۔

(۲۴) ہم جن وجوہ سے اس ڈائرکٹ ایکشن کو حق بجانب نہیں سمجھتے وہ یہ ہے کہ اس میں وہ شرائط تبمام وکمال پوری نہیں ہوئی تھیں جو ہمارے نزدیک ایک حق بجانب ڈائرکٹ ایکشن میں پوری ہونی چاہئیں، جیسا کہ ہم پیراگراف نمبر ۸ کے آخری حصے میں بیان کرچکے ہیں۔ "تمام وکمال" کے لفظ کو خاص طور پر نوٹ فرمایا جائے، اس سے ہمارا منشا یہ ہے کہ وہ شرائط اس میں جزوی طور پر ضرور پوری ہوئی تھیں مگر جیسا کہ ان کے پورے ہونے کا حق ہے اُس طرح پوری نہ ہوئی تھیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر جوشیلی اور جذباتی تقریروں اور تحریروں سے کام لینے کے بجائے دلائل کی طاقت سے حکومت کو پوری طرح غیر مسلح کردیا جاتا، اور اگر پنجاب کی طرح پاکستان کے دوسرے صوبوں کی خصوصاً بنگال کی رائے عام کو مطالبات کی تائید میں متحرک کردیا جاتا اور اگر آئینی تدابیر کو محض وزیراعظم سے وفود کی ملاقاتوں تک محدود نہ رکھا جاتا بلکہ دوسری تدابیر بھی اختیار کی جاتیں، تو اغلب یہی تھا کہ ڈائرکٹ ایکشن کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔ یہی بات تھی جو میں اس تحریک کے لیڈروں کو سمجھانا چاہتا تھا۔ اسی غرض کے لیے میں نے جنوری ۱۹۵۳ء کی کنونشن کے آخری اجلاس میں ایک مرکزی مجلس عمل کے سپرد سارا معاملہ کردینے کی تجویز پیش کی تھی۔ میرے پیش نظر یہ تھا کہ جو بات کنونشن کے گرم ماحول میں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے اسے مرکزی مجلس عمل کے چند معاملہ فہم ارکان بآسانی سمجھ لیں گے اور ان کو ڈائرکٹ ایکشن سے باز رہنے پر آمادہ کیا جاسکے گا۔ مگر افسوس ہے کہ اس مجلس کا اجلاس ہی منعقد نہ ہوا۔

(۲۵) دوسری طرف ہم جن وجوہ سے یہ رائے رکھتے ہیں کہ حکومت اس پورے قضیے میں حق بجانب نہ تھی وہ حسب ذیل ہیں:۔

الف۔ اُس وقت کی حکومت کے ذمہ دار لوگوں نے صاف صاف اس امر کا اعتراف کیا ہے

کہ ان مطالبات کو عوام کی بہت بڑی اکثریت کی تائید حاصل تھی۔ اس موضوع پر متعدد صریح شہادتیں اس محترم عدالت کے سامنے آ چکی ہیں۔ مثال کے طور پر چند شہادتوں کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں۔

خواجہ ناظم الدین صاحب

"تقریباً تمام علماء ان مطالبات کے حق میں متفق تھے، اگرچہ وہ اس امر میں متفق نہ تھے کہ الٹی میٹم دینا یا ڈائرکٹ ایکشن کرنا مناسب ہے۔"

"ان مطالبات کو رد کر دینے کا فیصلہ اگر کر دیا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کا قتل عام کرنا پڑتا . . . . بلکہ اگر میں اس معاملہ میں پیش دستی کرتا اور ملک کو ایک مذہبی جنگ میں جھونک دیتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مطعون ہوتا۔"

"سیکرو فون کام نہیں کر رہا تھا اور ٹیلیفون ایسے اہل کاروں کے قبضے میں تھا جو صریح طور پر ایجی ٹیشن کے ہمدرد تھے۔"

میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ

"مطالبات، بجا طور پر یا بیجا طور پر، ایک ایسے عقیدے پر مبنی تھے جس کی پشت پر پبلک کی عام تائید تھی۔"

"میں مسلم لیگ کی تنظیم کا ایک کارکن تھا جو باشندگانِ ملک کے سامنے ایک سخت آزمائش کے مقام پر کھڑی تھی، وہ ایسے مسائل کے معاملے میں سرد مہری کا یا خاموشی کا رویہ اختیار نہ کر سکتی تھی جو باشندوں کی ایک عظیم اکثریت کے جذبات کو بھڑکا رہے تھے۔"

"اس موقع پر مسلم لیگ کے کونسلرز کی بہت بڑی اکثریت یہ رائے رکھتی تھی کہ تحریک ختم نبوت کے مطالبات فوراً تسلیم کیے جانے چاہئیں۔"

"میرے سوا پاکستان بھر میں لیگ کا کوئی ایک کارکن بھی ایسا نہ تھا جو پبلک میں آئے اور ان مطالبات کی صحت کے متعلق شک کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا۔"

"یہ بہت ممکن تھا کہ (۲۷ فروری اور ۶ مارچ کے درمیان) اگر ہم مسلم لیگ کونسل کا اجلاس بلانے تو ممبروں کی رائے پر اثر ڈالنے اور ان کو مطمئن کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے۔"

"صورتِ حال یہ تھی کہ لوگوں کی بہت بڑی تعداد مطالبات کے حق میں تھی، اس لیے ایسے مقبولِ عام مطالبات کا لحاظ کر کے ہم (۶ مارچ کو) اس بات پر تیار تھے کہ ان کو اپنی تائید کے ساتھ مرکزی حکومت کے سامنے پیش کر دیں۔"

میجر جنرل محمد اعظم خاں

"سکرٹری ایٹ تک نے ہڑتال کر دی"

"۹۰ ہزار آدمیوں کا جلوس اُن لوگوں کا جنازہ لے کر چلا جنہیں وہ شہید کہتے تھے۔"

خان قربان علی خاں (سابق انسپکٹر جنرل پولیس، پنجاب)

"اگر برسرِ اقتدار حکومت ان مطالبات کو رد کرنے کا فیصلہ صادر کر دے تو مسلمانوں کی اکثریت اس کی مخالف ہو جائے۔ اس صورتِ حال کے پیش آجانے میں ذرہ برابر شبہ نہیں"۔

(خاں صاحب کا نوٹ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۵۲ء)

میاں انور علی (سابق انسپکٹر جنرل پولیس، پنجاب)

"اس ملک کی پوری تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ سکرٹری ایٹ کے کلرک دفتروں سے باہر نکل آئیں اور مظاہرہ کریں اور چیف سکرٹری، ہوم سکرٹری اور انسپکٹر جنرل پولیس کے ساتھ ناشائستہ برتاؤ کریں جیسا کہ ان فسادات کے زمانہ میں ہوا۔ دوسرے سرکاری ملازمین بھی جو ٹیلیگراف، ریلوے، ٹیلیفون اور اکاؤنٹنٹ جنرل کے محکموں سے تعلق رکھتے تھے، باہر نکل آئے۔ حتیٰ کہ سکرٹری ایٹ کے کلرکوں کی یہ جرأت ہو گئی کہ اس امر کا تحریری نوٹس دے دیں کہ وہ مستقل طور پر کام چھوڑ بیٹھیں گے جب تک کہ یہ مطالبات قبول نہ کیے جائیں گے اور سر ظفر اللہ خاں کو وزارت سے الگ نہ کر دیا جائے گا۔"

"مسلم لیگیوں کی ایک کثیر تعداد، جن میں مسلم لیگ کے ایم ایل اے اور کونسلر بھی شامل

تھے کھلم کھلا اس تحریک کے حامی ہو گئے "۔

(سرکاری ملازموں کے متعلق میاں صاحب نے کہا (" پبلک سروس کے شعبوں میں سے صرف ایک پولیس ایسی رہ گئی تھی جس نے ایجی ٹیشن کرنے والوں کی ہمدردی میں کوئی مظاہرہ، یا کسی اور قسم کا اظہارِ دلچسپی نہیں کیا "۔

اِن شہادتوں سے یہ بات بالکل ناقابلِ انکار حد تک ثابت ہو جاتی ہے کہ قوم کی بڑی اکثریت ان مطالبات کی نہ صرف حامی بلکہ پُرجوش حامی تھی اور صرف مذہبی جماعتیں ہی نہیں بلکہ مسلم لیگ کی اکثریت بھی ان کے حق میں تھی۔ اب یہ سوال عدالت کی توجہ کا مستحق ہے کہ اگر یہ ایک جمہوری نظام ہے تو اس میں ان لوگوں کو قوم کی اکثریت کے خلاف اپنی مرضی چلانے کا حق کیا تھا؟ کیا پاکستان اِن کی ذاتی ملکیت تھا کہ یہاں پاکستان کی مرضی کے بجائے ان کی ذاتی رائے چلنی چاہیے؟ واقعات کی ترتیب سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ پہلے عوام کے مطالبات ٹھکرائے گئے تب عوام میں ناراضی پیدا ہوئی اور ڈائرکٹ ایکشن تک نوبت پہنچی، پھر عوامی مظاہروں کو پولیس کے بے تحاشا تشدد سے دبانے کی کوشش کی گئی تب لوگوں کا جوش عام طور پر بھڑک اٹھا، پھر عوام کے غصے کو اندھا دھند گولیاں چلا کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی تب فسادات تک نوبت پہنچی اور ان کو فرو کرنے کے لیے مارشل لاء کا آخری ہتھیار استعمال کر ڈالا گیا۔ یہ ترتیبِ واقعات تمام شہادتوں سے قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا کوئی شخص یہ بات انصاف اور دیانت کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ڈائرکٹ ایکشن تو حق بجانب نہ تھا، مگر وہ لوگ حق بجانب تھے جنہوں نے قوم کی بھاری اکثریت کے مطالبات کو ٹھکرایا اور پھر قوم کی جیب سے تنخواہ پانے والے ملازموں کو خود قوم ہی کے خلاف استعمال کیا؟ یہ سوال صرف سابق حکومت پنجاب اور سابق مرکزی حکومت ہی کے معاملے میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ پنجاب اور مرکز کی موجودہ حکومتوں کے بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے کیونکہ اصل مطالبات کے بارے میں ان کی روش بھی وہی ہے۔

ب۔ اُس وقت کے ذمہ دارانِ حکومت کی شہادتوں سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ مطالبات کے حسن و قبح کے بارے میں حکومت نے اپنا نقطۂ نظر پبلک کو سمجھانے اور لوگوں کو اپنی رائے کی

صحت پر مطمئن کرنے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ عوام کو صاف صاف یہ بھی نہیں بتایا کہ حکومت کا نقطۂ نظر ان مطالبات کے بارے میں کیا ہے۔ اس بیان کی تائید میں ہم چند خاص خاص شہادتوں کی طرف محترم عدالت کو توجہ دلاتے ہیں۔

خواجہ ناظم الدین صاحب

"مرکزی حکومت نے مارشل لاء کے اعلان سے پہلے ۱۹۵۳ء میں ان مطالبات کے متعلق کوئی اعلان شائع نہیں کیا۔"

"میں نے کبھی مطالبات کو حتمی طور پر رد نہیں کیا، اگرچہ میں نے وفد لانے والوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ان پر زور نہ دیں۔"

میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ

"پاکستان بھر میں میرے سوا مسلم لیگ کے کسی سیاسی کارکن نے یہ ہمت نہ کی کہ پبلک میں نکل کر آتا اور ان مطالبات کی صحت کے متعلق کسی شبہ کا اظہار کرتا۔"

حافظ عبدالمجید (سابق چیف سکرٹری پنجاب گورنمنٹ)

"صوبہ کی حکومت نے اس ایجی ٹیشن کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی نظریاتی (IDEOLOGICAL) کوشش نہیں کی۔"

"حکومت پنجاب نے اس نظریاتی موقف (IDEOLOGICAL STAND) کے متعلق اپنی پوزیشن واضح نہیں کی جو ختم نبوت کے متعلق لیا جاتا تھا۔"

"میں نے اس موضوع کے متعلق کوئی تجویز پیش نہیں کی۔"

"میں نے یہ تجویز پیش کی کہ احرار اور ان کے ساتھیوں کے خلاف تعزیری کارروائی کی جانی چاہیے۔"

مسٹر غیاث الدین (ہوم سکرٹری پنجاب گورنمنٹ)

"مگر اس تحریک سے محض امن و انتظام (LAW AND ORDER) کے

دائرۂ عمل میں عہدہ برا ہونے کی کوشش کرکے اس کو فنا کردینا نہ اُس وقت ممکن تھا اور نہ اب ممکن ہے۔"

ان اعترافات کی موجودگی میں یہ سوال عدالت کے لیے قابلِ توجہ ہوجاتا ہے کہ وہ حکومت کیسے حق بجانب ہوسکتی ہے جو پبلک کے مطالبات کو، یہ جاننے کے باوجود کہ وہ بہت بڑی اکثریت کے مطالبات ہیں، بغیر کوئی معقول وجہ بتائے یونہی ٹھکرا دے۔ اگر انصاف کی نگاہ میں پبلک بے صبر ہوکر ڈائرکٹ ایکشن پر اتر آنے میں حق بجانب نہ تھی، تو حکومت یہ رویہ اختیار کرنے میں کس طرح حق بجانب قرار دی جاسکتی ہے؟

ج۔ اس وقت تک حکومت کی جانب سے جتنے عذرات بھی ان مطالبات کو قبول نہ کرنے کے حق میں ہمارے سامنے آئے ہیں وہ سب کے سب بے وزن اور غیر اطمینان بخش ہیں اور کسی جمہوری ملک میں ایسے عذرات پبلک کو مطمئن نہیں کرسکتے۔

اختصار کے ساتھ یہاں ہم ان تمام عذرات کو بیان کرکے ان پر تنقید کرتے ہیں:۔

۱۔ یہ کہ یہ مطالبات ملک کے لیے نقصان دہ ہیں،

۲۔ یہ کہ وہ رواداری کے خلاف ہیں،

۳۔ یہ کہ اس طرح مزید مسلم فرقوں کی علیحدگی کے مطالبات کا دروازہ کھل جائے گا اور مسلم ملت ہی ختم ہوجائے گی۔

۴۔ یہ کہ اس طرح اسلام دنیا میں مضحکہ بن جائے گا، کیونکہ یہاں جو لوگ کافر قرار دیے جائیں گے وہ دوسرے مسلم ممالک میں مسلمان ہی سمجھے جاتے رہیں گے۔

۵۔ یہ کہ ایک اقلیت تو اپنے تحفظ کے لیے اپنی علیحدہ ہستی تسلیم کرانے کا مطالبہ کرسکتی ہے مگر اکثریت کا اپنے تحفظ کے لیے اقلیت کو الگ کرنے کا مطالبہ ایک نرالی بات ہے۔

ان عذرات میں سے پہلا عذر تو محض ایک دعویٰ ہے نہ کہ دلیل۔ اس وقت تک یہ نہیں بتایا گیا کہ اس سے ملک کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ بخلاف اس کے ہم واضح دلائل کے ساتھ یہ بتا چکے ہیں کہ ان کو

قبول نہ کرنا ملک کے لیے کیوں نقصان دہ ہے اور اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے۔

دوسرا عذر صریح مہمل ہے جسے کوئی صاحبِ عقل و خرد آدمی نہیں مان سکتا۔ یہ عذر اگر پیش کیا جا سکتا تھا تو اس صورت میں جبکہ کسی نے قادیانیوں کے حقوقِ شہریت سلب کرنے، یا ان کے مذہب میں مداخلت کرنے کا مطالبہ کیا ہوتا۔ مگر رواداری کے نام پر ایک ملت سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ اپنے اندر ایک دوسری ملت کی تشکیل اور پیہم توسیع اور خود اپنی مسلسل تحلیل (DISINTEGRATION) کو برداشت کرے، لفظ رواداری کا بالکل ایک بے جا استعمال ہے جس کی کسی تعلیم یافتہ اور ذی عقل آدمی سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ کیا یہ لوگ پھر اسی اصول پر ریاست کے اندر ایک ریاست کی تشکیل و توسیع کو بھی جائز ٹھیرائیں گے؟ اور پھر رواداری کا یہ وعظ اُن لوگوں کی زبان سے آخر کس طرح اثر انگیز ہو سکتا ہے جو اپنے سیاسی مخالفوں سے انتقام لینے کے لیے سیفٹی ایکٹ جیسے اندھے ہتھیار سے کام لینے پر بھی قناعت نہیں کرتے، بلکہ بدامنی کے بہانے مارشل لا نافذ کر کے اس سے سیاسی حسابات صاف کرنے کا کام لیتے ہیں۔

تیسرا عذر درحقیقت عذر یا دلیل نہیں ہے بلکہ پوری مسلم قوم کے خلاف ایک بدگمانی ہے اور اس کی تاریخ اور اس کے مزاج سے ناواقفیت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں میں ایسے عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو فروعی باتوں پر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے اور مقاطعے پر اتر آتے ہیں، لیکن مسلمان قوم کا مزاج بحیثیتِ مجموعی اس طرح کا نہیں ہے۔ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے سنجیدہ اور معاملہ فہم اہلِ علم موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جو بے جا طریقے سے کسی فرقے کو ملت سے جدا کرنے کی ہر تجویز کے مقابلے میں سینہ سپر ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی موجودگی کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلم قوم معقول وجوہ اور مضبوط دلائل کے بغیر کبھی کسی گروہ کی علیٰحدگی کے مطالبے پر متفق نہیں ہو سکتی۔ تاریخ میں بہت ہی کم ایسا ہوا ہے کہ کسی گروہ کو خارج از ملت قرار دینے پر مسلمانوں میں اتفاق ہوا ہو، اور جس گروہ کے معاملے میں بھی ایسا ہوا ہے نہایت مضبوط دلائل کی بنا پر ہوا ہے۔ لہٰذا یہ اندیشہ کرنے کے لیے واقعی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے کہ اگر آج قادیانیوں کے الگ کرنے کا فیصلہ کیا گیا (جس کے لیے نہایت معقول وجوہ پائے جاتے ہیں) تو کل دوسرے بہت سے گروہوں کی علیٰحدگی کا مطالبہ بھی اٹھ کھڑا ہوگا

چوتھا عذر بھی درحقیقت عذر نہیں ہے بلکہ ایک بے بنیاد اندیشہ ہے۔ قادیانیوں کے متعلق ہندوستان و پاکستان ہی نہیں، تقریباً تمام دنیائے اسلام کے علماء کا یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ وہ خارج از ملت ہیں۔ دنیا میں کہیں بھی کوئی ایسا مسلمان نہ ملے گا جو اسلام کا کچھ علم رکھتا ہو اور پھر یہ نہ مانتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس پر ایمان لانے والا شخص دائرۂ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ قادیانیوں کو اگر پاکستان میں مسلمانوں سے الگ ایک ملت قرار دیا جائے گا تو دنیائے اسلام اس فیصلے کو قبول نہ کرے گی اور انہیں مسلم ملت ہی کا ایک جزء ماننے پر اصرار کرتی رہے گی۔ یہ صورتِ حال اگر کہیں پیش آسکتی ہے تو صرف اُس جگہ جہاں کے لوگوں کو قادیانیوں کے عقائد کا علم نہ ہو۔

پانچویں عذر کا تفصیلی جواب ہم اپنے شائع کردہ پمفلٹ "قادیانی مسئلہ" میں دے چکے ہیں۔ یہ عذر مسٹر دولتانہ نے پیش کیا ہے جن کی ذہانت نے یہ تو محسوس کر لیا کہ دستوری تاریخ میں اکثریت کی طرف سے اقلیت کے مقابلے میں "تحفظ" کا مطالبہ ایک نادر بات ہے، مگر یہ محسوس نہ کیا کہ ایک ملت کی بنیادوں سے اختلاف بھی کرنا اور پھر اسی ملت کا جزء بھی بنے رہنا، اور پھر اس ملت کے اندر ایک ملت بنانے کی کوشش کرنا، اور اس کے اندر سے توڑ توڑ کر اپنے اندر نئے نئے اجزاء روز شامل کرنے کی سعی کیے چلے جانا، اور الگ ملت بن جانے کے باوجود وہ تمام فوائد سمیٹ لینا جو اصل ملت میں شامل رہنے سے حاصل ہو سکتے ہیں، یہ سب کچھ بھی ایک نادر واقعہ ہی ہے، اور جہاں یہ نادر واقعہ پیش آچکا ہو وہاں وہ نادر واقعہ پیش آنا کوئی قابلِ تعجب بات نہیں ہے۔

د۔ جو سرکاری شہادتیں اس تحقیقات کے دوران میں ہمارے سامنے آئی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی حکومت کو پبلک سے اس قدر افسوسناک طریقے پر جس چیز نے متصادم کرا دیا وہ یہ تھی کہ غیر جمہوری طریقوں سے برسرِ اقتدار آنے اور برسرِ اقتدار رہنے کی کوششیں کرکے یہ حکومت پبلک تائید سے محروم ہو کر مستقل ملازمتوں (PERMANENT SERVCES) کی محتاج و دست نگر ہو چکی تھی، اور ان ملازمتوں کے اہم ترین ذمہ دارانہ عہدوں پر ایسے لوگ فائز تھے جو اپنے

مخصوص انفرادی رجحانات کی بنا پر ایک ایسی پالیسی حکومت پر ٹھونس رہے تھے جس کا لازمی نتیجہ حکومت اور قوم کا تصادم تھا۔ ان لوگوں کے مخصوص رجحانات کیا تھے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے ہم ذیل کی چند شہادتوں کی طرف محترم عدالت کو توجہ دلاتے ہیں:

خان قربان علی خاں (سابق انسپکٹر جنرل پولیس، پنجاب)

"یہ بات اکثر لوگ سمجھ چکے ہیں کہ کوئی گورنمنٹ، خواہ وہ کسی پارٹی کی ہو، ان سفارشات (یعنی مطالبات) کو نہیں مان سکتی۔ تاہم قیامِ پاکستان کے بعد یہ وہ اہم ترین مسئلہ ہوگا جس پر اس امید کے ساتھ لیگ کو چیلنج کیا جائے گا کہ اگر برسرِ اقتدار حکومت ان مطالبات کو رد کرنے کا فیصلہ کر دے تو مسلمانوں کی اکثریت اس کی مخالف ہو جائے گی۔ اس نتیجے کے رونما ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اگر اس دوران میں حکومت اس شرارت کا توڑ کرنے کے لیے ذرائع و وسائل اختیار نہیں کرتی، اور یہ شرارت اب پورے زور کے ساتھ شروع ہو چکی ہے۔" (نوٹ مورخہ ۴ر جولائی ۱۹۵۲ء)

اس تحریر میں خان قربان علی خاں ایک سرکاری ملازم کے بجائے ایک سیاسی آدمی نظر آ رہے ہیں جو حکومت کی پالیسی پر عملدرآمد کرنے والے نہیں بلکہ پالیسی بنانے والے ہیں، جن کو یہ فکر بھی لاحق ہے کہ آئندہ کسی انتخاب میں مسلم لیگ کی حکومت عوامی ناراضی کے سبب سے ہار نہ جائے، اور اس کے ساتھ جنہیں یہ فکر بھی ہے کہ حکومت اُن مطالبات کو تسلیم نہ کرے جو چاہے عوام کو پسند ہوں مگر خود انہیں پسند نہیں ہیں۔ ان کی دلچسپی اس معاملے میں یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ وہ ان مطالبات کو، یا لیگ کے لیے خطرہ پیدا کرنے والے طریقہ سے انہیں پیش کرنے کو ایک شرارت (MISCHIEF) قرار دیتے ہیں اور حکومت کو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اکساتے ہیں۔

میاں انور علی (سابق ڈی آئی جی سی آئی ڈی، اور بعد میں انسپکٹر جنرل پولیس، پنجاب)

"مسلم لیگ سمیت تمام سیاسی جماعتوں نے صورتِ حال سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کوئی سیاسی لیڈر یہ کہنے کی طاقت نہ رکھتا تھا کہ یہ مطالبات غیر معقول ہیں۔ اس کے

برعکس سب نے اپنے آپ کو ایجی ٹیشن کی لہروں کے حوالے کر دیا۔"

"فی الواقع بہت سے مسلم لیگی لیڈر خود ایجی ٹیشن میں شامل ہو رہے تھے تاکہ ہر دلعزیزی حاصل کریں۔"

"اُس وقت کے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کے ساتھ علماء کی بار بار کی ملاقاتوں نے یہ احساس پیدا کر دیا تھا کہ یہ مطالبات، جو کسی مہذب سلطنت میں پیش نہیں کیے جا سکتے، کلی طور پر یا جزوی طور پر مانے جانے والے ہیں۔"

اس سوال کے جواب میں کہ ایک اسلامی دستور کی گفتگو، اور وزیراعظم تک علماء کی بآسانی پہنچ کا سرکاری ملازمتوں پر کیا اثر پڑ رہا تھا، میاں انور علی نے فرمایا کہ "اس نے اونچے درجہ کے سرکاری ملازموں کے ایک بڑے طبقے کی گرم جوشی کو سرد کر دیا جو دوسری تمام حیثیتوں سے محب وطن، لائق اور وفادار تھے۔"

ان شہادتوں میں اُس وقت کی پولیس کے افسر اعلیٰ کی یہ ذہنیت ہمارے سامنے آتی ہے کہ وہ ایک ملازم سرکار ہونے کے باوجود پبلک کی عظیم الشان اکثریت کے جانے بوجھے مطالبات کے خلاف نہایت سخت رائے رکھتا ہے، اور اپنی اس سیاسی رائے سے مختلف رائے رکھنے والے تمام سیاسی لیڈروں کو بے ایمان سمجھتا ہے اور یہ تصور تک کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ کچھ لوگ ایمانداری کے ساتھ بھی ان مطالبات کے حامی ہو سکتے ہیں۔ پھر اس کا سخت نوکر شاہی ذہن یہ تک گوارا نہیں کرتا کہ ایک جمہوری حکومت کا وزیراعظم جمہورِ قوم کے مطالبات پر جمہور کے نمائندوں سے گفت و شنید کرے اور وہ آسانی کے ساتھ اُس تک پہنچ سکیں۔ پھر وہ نہ صرف اپنا، بلکہ اپنے طبقے کے سرکاری ملازموں کا یہ عام مخالفِ مذہب رجحان ہمارے سامنے علانیہ بیان کرتا ہے کہ اسلامی ریاست کی گفتگو ان کو یہاں تک ناگوار ہے کہ اسے سن سن کر ہی ان کا جذبۂ خدمت وطن سرد ہوا جاتا ہے۔

میاں انور علی صاحب کے تحریری بیان سے ایک دلچسپ حقیقت اور بھی ہمارے علم میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ صاحبِ موصوف کی نگاہ میں قابلِ وقعت رائے اُن لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی نہیں

ہوئے جن کا مرنا جینا سب کچھ اسی پاکستان کے ساتھ وابستہ ہے، بلکہ اُن چند خاندانوں کی ہے جو خطرے کی پہلی علامت دیکھتے ہی کینیڈا بھاگ جانے کے لیے بستر باندھ لیتے ہیں۔

میجر جنرل محمد اعظم خاں

"ہمیں خبر ملی کہ ۹۰ ہزار آدمیوں کا ایک جلوس اب قبرستان کی طرف اُن لوگوں کی لاشیں لے کر جا رہا ہے جن کو وہ شہید کہہ رہے تھے، اور حکومت اس جلوس کو محض ایک پرامن جلوس سمجھ رہی تھی۔ میں نے ان لوگوں (یعنی اربابِ حکومت) سے التجا کی کہ اس مجمع کو اکٹھا ہونے یا جنازے لے کر جانے نہ دیا جائے۔ وزیر اعلیٰ نے مجھ سے پوچھا، جنرل، آپ کتنی فوج رکھتے ہیں؟ میں نے کہا جتنی مددگار ہو، اگر آپ مجھے ان کو منتشر کرنے کا حکم دیں۔ انہوں نے کہا یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے، آپ ان میں سے کتنوں کو مار سکتے ہیں؟ میں نے کہا یہ ایک امن و انتظام کا مسئلہ ہے، اور جونہی کہ سخت کارروائی کی گئی، یہ منتشر ہو جائیں گے۔"

اس بیان میں ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ابھی تک ہم انگریزی دورِ حکومت میں ہیں اور اُس دور کا کوئی جنرل ڈائر یا کرنل جانسن ہمارے سامنے بول رہا ہے۔ میجر جنرل صاحب کو یہ تک ناگوار ہے کہ جن مسلمانوں کو حکومت کی پولیس یا فوج مار دے انہیں عام مسلمان "شہید" کہیں یا سمجھیں۔ مسلمانوں کو مار دینے سے بھی اُن کا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا بلکہ وہ انہیں جہنم بھی بھجوانا چاہتے ہیں۔ انہیں یہ بھی گوارا نہیں کہ مسلمان ایسے لوگوں کا جنازہ قبرستان لے جائیں اور نماز پڑھ کر انہیں دفن کریں۔ چاہے جنازے کا یہ جلوس کوئی بدامنی کا فعل کرے یا نہ کرے، مگر مجرد یہ بات کہ حکومت کے مارے ہوئے چند مسلمانوں کو یہ لوگ شہید سمجھ کر دفن کرنے لے جا رہے تھے، میجر جنرل صاحب کے نزدیک اس کو ایک "غیر پرامن" جلوس قرار دینے کے لیے کافی تھی، اور ان کی خواہش یہ تھی کہ بس انہیں حکم مل جائے تو وہ ایک فوج لے جا کر اسے منتشر کر دیں خواہ اس کارروائی میں انہیں کتنے ہی مزید مسلمانوں کو مار دینے کی ضرورت پیش آئے۔ یہ تھا اُس شخص کے ذہن کا حال جس کے سپرد اُس وقت دیوانی حکومت کو قیامِ امن کے لیے فوجی مدد دینے کی خدمت تھی۔ اپنی تمام شہادت کے دوران میں وہ اس بات پر سخت ناراض نظر آتے ہیں کہ جمہوری حکومت کے سیاسی حکمران پبلک کو راضی

اور ٹھنڈا کر کے امن قائم کرنا مرجح سمجھتے تھے۔ اُن کا سارا رجحان اس طرف تھا کہ یہ ہے "لا اینڈ آرڈر" کا مسئلہ اور اس کا حل صرف یہ ہے کہ اس پبلک کو بس کچل ڈالا جائے۔

مسلم لیگ کی حکومت، پبلک تائید سے محروم ہونے کے بعد، اپنے اقتدار کے لیے اس طرح کے افسروں کی حمایت پر منحصر ہو چکی تھی، اور یہ لوگ ان رجحانات اور اس ذہنیت کے مالک تھے۔ ان کے رجحانات کے علی الرغم پبلک کے مطالبات کو ماننا اس حکومت کے بس میں نہ تھا، مگر ان کو رد کر دینے کے نتائج سے بھی وہ ڈرتی تھی، اس لیے وہ ایک مدت تک ان مطالبات کو ٹالتی رہی۔ آخر کار ایک طرف عجلت پسند عناصر ایک بے موقع ڈائرکٹ ایکشن شروع کر بیٹھے، اور دوسری طرف یہ شدید نوکر شاہی ذہن اور مذہب دشمن رجحان رکھنے والے افسر حکومت کا گلا پکڑ کر اسے عوام کے مقابلے میں کھینچ لائے۔ اس کشمکش کا نتیجہ اُس تباہی کی صورت میں ظاہر ہوا جو پنجاب پر عموماً اور لاہور پر خصوصاً نازل ہوئی۔ اب یہ کہنا کسی طرح مبنی بر انصاف نہیں ہو سکتا کہ صرف وہی لوگ غیر حق بجانب تھے جنہوں نے ڈائرکٹ ایکشن کیا، نہیں، بلکہ اتنے ہی، اور شاید ان سے زیادہ غیر حق بجانب وہ سیاسی لیڈر ہیں جنہوں نے ایک جمہوری نظام کو غیر جمہوری طریقوں پر چلا کر اپنی گردن نوکر شاہی کے قبضے میں دے دی ہے، اور ان سب سے بڑھ کر غیر حق بجانب وہ عالی مقام افسر ہیں جو ملازم ہونے کے باوجود سیاسی لیڈر اور پالیسی مقرر کرنے والے بھی بنتے ہیں، اور ایک شدید لا مذہبی رجحان رکھنے والی قوم میں ریاست کی طاقت کو مخالفِ مذہب راستے پر زبردستی لے جانے پر مصر ہیں، اور اپنے ملک کی پبلک کو اسی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس سے کوئی غیر ملکی نوکر شاہی اسے دیکھ سکتی ہے۔ اس طرح کی نوکر شاہی ایک جمہوری نظام اور ایک قومی حکومت کے لیے انتہائی غیر موزوں ہے۔ خدانخواستہ اگر یہی نوکر شاہی ہمارے ملک پر مسلط رہی تو ۵۳ء کے حوادث محض چند وقتی و ہنگامی حوادث نہیں بلکہ بہت سے مزید حوادث کی محض تمہید ثابت ہوں گے اور یہاں جمہوریت کا چلنا سخت مشکل ہو جائے گا۔ اس ملک کو تباہ کن انقلابات سے بچانے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ یہاں کے حکام عالی مقام اگر اپنے کچھ مضبوط سیاسی و مذہبی افکار رکھتے ہیں تو نوکری چھوڑ کر سیدھی طرح سیاسیات میں داخل ہو جائیں، ورنہ پھر اُس طرح نوکری کریں جس طرح انگلستان کے مستقل سرکاری ملازمین کرتے ہیں۔ بہرحال انہیں کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ پبلک کے ملازم ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات ان کو دیے گئے ہیں ان کو خود پبلک کے خلاف اپنے ذاتی افکار و تصورات کی حمایت میں استعمال کریں۔

ضمیمہ نمبر (۱)

احادیث در باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

حضرت ابوہریرہؓ کی روایات (۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیھا (مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ، بحوالہ مسلم و بخاری)

ترجمہ:- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اُتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر، پھر وہ توڑ دیں گے صلیب، اور قتل کر دیں گے سؤر کو، اور ختم کر دیں گے جنگ کو (دوسری روایت میں حرب کے بجائے جزیہ کے الفاظ ہیں یعنی ختم کر دیں گے جزیہ کو) اور کثرت ہو جائے گی مال کی یہاں تک کہ کوئی قبول نہ کرے گا اور لوگوں کے نزدیک ایک دفعہ (خدا کے حضور) سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا کی دولت سے زیادہ بہتر ہوگا۔"

(۲) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (مشکوٰۃ، باب مذکور بحوالہ بخاری و مسلم)

ترجمہ:- "ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے ہوگے تم اُس وقت جبکہ تمہارے درمیان ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام اُس وقت خود تم میں سے ہوگا۔"

(۳) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الخنزیر ویمحو الصلیب وتجمع لہ الصلوٰۃ ویعطی المال حتی لا یقبل ویضع الخراج وینزل الروحاء فیحج منھا او یعتمر او یجمعھما (مسند احمد، بسلسلہ مرویات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ مسلم نے بھی اس مضمون کی ایک روایت کتاب الحج میں نقل کی ہے)

ترجمہ:- "حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم

اتریں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو محو کر دیں گے۔ ان کے لیے نماز جمع کی جائے گی (یعنی ان کی امامت میں نماز پڑھی جائے گی)، وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا، خراج ساقط کر دینگے، اور رَوحاء کے مقام پر منزل کرکے وہاں سے وہ حج کریں گے (راوی کو شک ہے کہ عمرہ الگ کریں گے یا حج اور عمرہ ایک ساتھ ادا کریں گے)۔"

(۴) عن ابی ھریرۃ (بعد ذکر خروج الدجال) فبینماھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ ابن مریم فامّھم فاذا راٰہ عدو اللّٰہ یذوب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک ولٰکن یقتلہ اللّٰہ بیدہٖ فیریھم دمہٗ فی حربتہٖ۔
(مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب الملاحم، بحوالہ مسلم)

ترجمہ:- "ابوہریرہؓ سے مروی ہے (انہوں نے دجال کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا) کہ اس اثنا میں کہ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہونگے، صفیں باندھ رہے ہونگے اور نماز کے لیے تکبیرِ اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں گے، پھر وہ مسلمانوں کی امامت کریں گے، اور اللہ کا دشمن (یعنی دجّال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھُل جائے جیسے نمک پانی میں گھُل جاتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں تب بھی وہ مر جائے، مگر اللہ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اُس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔"

(۵) عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لیس بینی وبینہ نبی (یعنی عیسیٰ) و انہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کان رأسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون (ابوداؤد، کتاب الملاحم۔ مسند احمد سلسلۂ مرویات ابوہریرہ)

ترجمہ:- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور اُن کے (یعنی عیسیٰ

علیہ السلام کے) درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں، پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں، ان کا رنگ مائل بسرخی و سپیدی ہے، دو کپڑے پہنے ہوئے ہونگے جو زرد رنگ کے ہونگے، ان کے سر کے بال ایسے ہونگے کہ گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہونگے۔ وہ اسلام پر (یعنی اسلام کے لیے یا اس کی حمایت میں) لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو پاش پاش کردیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے، جزیہ ختم کردیں گے، اور ان کے زمانے میں اللہ اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا، اور وہ مسیح دجال کو (یعنی اس دجال کو جس نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہوگا) ہلاک کردیں گے، اور زمین میں چالیس سال رہیں گے، پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

جابر بن عبداللہؓ | عن جابر بن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . . . . فینزل عیسیٰ ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم فیقول امیرھم تعال فصلّ فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ (مسند احمد، سلسلہ روایات جابر بن عبداللہ۔ مسلم نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے)

ترجمہ۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا . . . . پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے، مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ آئیے، آپ نماز پڑھائیے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تم لوگ ایک دوسرے کے امیر ہو۔ یہ وہ اس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اس امت کو دی ہے۔"

(۷) عن جابر بن عبداللہ (فی قصۃ ابن صیاد) فقال عمر ابن الخطاب ائذن لی فاقتلہ یا رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکن ھو فلست صاحبہ، انما صاحبہ عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وان لا یکن فلیس لک ان تقتل رجلاً من اھل العھد۔ (مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب قصہ ابن صیاد، بحوالہ شرح السنۃ بغوی)

ترجمہ۔" جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ (ابن صیاد کا قصہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا)

تب حضرت عمر بن خطاب بولے کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال ہے) تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو بلکہ عیسیٰ ابن مریمؑ ہیں۔ اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں اہل عہد (یعنی ذمیوں) میں سے ایک شخص کو قتل کر دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

(۸) عن جابر بن عبد اللہ (فی قصۃ الدجال) فاذا ھم بعیسیٰ بن مریم علیہ السلام فتقام الصلوٰۃ فیقال لہ تقدم یا روح اللہ فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم فاذا صلّی صلوٰۃ الصبح خرجوا الیہ۔ قال فحین یری الکذّاب ینماث کما ینماث الملح فی الماء فیمشی الیہ فیقتلہٗ حتی ان الشجر والحجر ینادی یا روح اللہ ھٰذا الیھودی، فلا یترک ممن کان یتبعہ احدٌ الا قتلہ (مسند احمد، بسلسلۂ روایات جابر)

ترجمہ:۔ جابرؓ بن عبد اللہ دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ اس اثناء میں مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ علیہ السلام آجائیں گے، پھر نماز کھڑی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ آپ آگے بڑھیں، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں تمہارے ہی امام کو آگے بڑھنا چاہیے، وہی نماز پڑھائیں۔ پھر جب صبح کی نماز پڑھ چکیں گے تو مسلمان دجال کے مقابلے پر نکلیں گے۔ فرمایا جب وہ کذاب (یعنی دجال) ان کو دیکھے گا تو اس طرح گھُل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے اور نوبت یہ آجائے گی کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے روح اللہ، یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ دجال کے پیرووں میں سے کوئی نہ بچے گا جو قتل نہ کر دیا جائے۔"

نواس بن سمعان الکلابی | (۹) عن النواس بن سمعان (فی قصۃ الدجال) فبینما ھو کذالک اذ بعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھرودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین اذا طأطأ راسہ قطر واذا رفعہ تحدر منہ جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الامات ونفسہ ینتھی الی حیث ینتھی طرفہ فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لُدٍ فیقتلہ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال، بحوالہ مسلم و ترمذی

ابوداؤد، کتاب الملاحم)

ترجمہ:- نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ (قصۂ دجال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ وہ (یعنی دجال) یہ کچھ کر رہا ہوگا، اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے پاس اتریں گے۔ وہ دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہونگے۔ دو فرشتوں کے پروں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہونگے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں۔ جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ٹپکتے ہوئے محسوس ہونگے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی، اور وہ ان کی حدِّ نظر تک جائے گی، وہ زندہ نہ بچے گا۔ وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور لُد (LYDDA) کے دروازے پر اُسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔"

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ | (۱۰) عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین (لا ادری اربعین یوماً او اربعین شھراً او اربعین عاماً) فیبعث اللہ عیسی ابن مریم کانہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ (مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعۃ الاعلیٰ شرار الناس، بحوالہ مسلم

ترجمہ:- عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس (رہے، یعنی حضرت عبداللہ کو، نہیں معلوم کہ چالیس دن، یا چالیس مہینے، یا چالیس سال) رہے گا۔ پھر اللہ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا، ان کا حلیہ عُروہ بن مسعود (ایک صحابی) سے مشابہ ہوگا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی باہم عداوت نہ ہوگی۔"

حُذیفہ بن اَسید غِفاری | (۱۱) عن حذیفہ بن اسید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انھا لن تقوم حتی ترون قبلھا عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسیٰ بن مریم ویاجوج وماجوج وثلثۃ خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف

بجزیرۃ العرب وآخر ذالک نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم (مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب العلامات بین یدی الساعۃ، بحوالۂ مسلم)

ترجمہ۔ حذیفہؓ بن اسید غفاری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم باہم بات چیت کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہو رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا وہ ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپ نے وہ دس نشانیاں یہ بتائیں (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابّہ (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) عیسیٰ ابن مریم کا نزول (۶) یاجوج وماجوج (۷) تین بڑے خسوف (LANDSLIDES) ایک مشرق میں (۸) دوسرا مغرب میں (۹) تیسرا جزیرۃ العرب میں (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ ہوگی جو یمن سے اٹھیگی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے محشر کی طرف لے جائے گی۔

ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلعم | (۱۲) عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی احرزھما اللہ تعالیٰ من النار، عصابۃ تغزو الھند، وعصابۃ تکون مع عیسی ابن مریم علیہ السلام (نسائی، کتاب الجہاد، مسند احمد، سلسلۂ روایات ثوبان)

ترجمہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے آتش دوزخ سے بچا لیا، ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا، دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریمؑ کے ساتھ ہوگا"

مجمع بن جاریہ انصاری | (۱۳) سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل ابن مریم الدجال بباب لُد (امام احمد نے مسند میں یہ حدیث چار طریقوں (یعنی چار سندوں) سے روایت کی ہے۔ نیز ترمذی نے بھی اسے نقل کیا ہے)

ترجمہ "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ابن مریم لُد کے دروازے پر دجال کو قتل کریں گے"

ابو اُمامہ باہلی | (۱۴) عن ابی امامۃ الباھلی (فی حدیث طویل من ذکر الدجال) فبینما امامھم

قد تقدم لیصلی بھم الصبح اذ نزل علیھم عیسیٰ ابن مریم فرجع ذالک الامام ینکص یمشی قھقری لیقدم عیسیٰ فیضع عیسیٰ یدہ بین کتفیہ ثم یقول لہ تقدم فصلّ فانھا لک اقیمت فیصلی بھم امامھم فاذا انصرف قال عیسیٰ علیہ السلام افتحوا الباب فیفتح وورا٫ہ الدجال ومعہ سبعون الف یھودی کلھم ذو سیف محلی وساج فاذا نظر الیہ الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ھاربًا ویقول عیسیٰ ان لی فیک ضربۃً لن تسبقنی بھا فیدرکہ عند باب اللد الشرقی فیھزم اللہ الیھود ... وتملأ الارض من المسلم کما یملأ الاناء من الماء وتکون الکلمۃ واحدۃ فلا یعبد الا اللہ تعالیٰ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

ترجمہ:- ابو امامہ باہلی (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا) اس اثنا میں کہ مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکا ہوگا، یکایک عیسیٰ ابن مریمؑ اتر آئیں گے۔ امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسیٰ آگے بڑھیں، مگر عیسیٰ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے تم ہی آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ کیونکہ یہ تمہارے ہی لیے قائم کی گئی ہے، چنانچہ ان کا امام نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو، چنانچہ وہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ عیسیٰ کو دیکھتے ہی دجال اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ کہیں گے میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جا سکے گا۔ پھر وہ اسے لُد کے مشرقی دروازے پر جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو شکست دیگا ..... اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے، اور سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہو گی۔"

(۵۱) عثمانؓ بن ابی العاص: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ..... وینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام عند صلوٰۃ الفجر فیقول لہ امیرھم یا روح اللہ تقدم، صل، فیقول ھذہ الامۃ امراء بعضھم علی بعض فیتقدم امیرھم فیصلی فاذا قضی صلوٰتہ اخذ عیسیٰ حربتہ فیذھب نحو الدجال فاذا یراہ الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربتہ بین ثندوتہ

فیقتلہ وینھزم اصحابہ لیس یومئذ شئی یواری منھم احداً حتی ان الشجرۃ لتقول یامومن ھذا کافر ویقول الحجر یا مومن ھذا کافر (مسند احمد، لسلسلۂ روایات عثمان بن ابی العاص - نیز طبرانی اور حاکم نے بھی اسے نقل کیا ہے)

ترجمہ :- میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اتریں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے، نماز پڑھائیے، وہ کہیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں، تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰ اپنا نیزہ لے کر دجال کی طرف چلیں گے۔ دجال جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح گھل جائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ پھر عیسیٰ نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا جائیں گے۔ اس روز ان لوگوں کے لیے کہیں چھپنے کو جگہ نہ ہوگی، درخت پکاریں گے کہ اے مومن یہ کافر یہاں موجود ہے، اور پتھر پکاریں گے کہ اے مومن یہ کافر یہاں موجود ہے"

سمرہ بن جندب | (۱۶) عن سمرۃ بن جندب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (فی حدیث طویل) فیصبح فیھم عیسی ابن مریم فیھزمہ اللہ وجنودہ حتی ان اجذم الحائط واصل الشجر لینادی یا مومن ھذا کافر یستتر بی فتعال اقتلہ (مسند احمد، مرویات سمرہ بن جندب میں - نیز حاکم نے مستدرک میں بھی اسے نقل کیا ہے۔)

ترجمہ :- سمرہ بن جندب (ایک طویل حدیث میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پھر صبح کے وقت مسلمانوں میں عیسیٰ ابن مریم آجائیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکر کو شکست دیگا یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی کہ اے مومن یہ کافر یہاں چھپا ہوا ہے، آ اور اسے قتل کر"

عمران بن حصین | (۱۷) عن عمران ابن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین علی من ناوأھم حتی یاتی امر اللہ تبارک وتعالی وینزل عیسی بن مریم علیہ السلام - (مسند احمد، مرویات عمران بن حصین)

ترجمہ :- عمران بن حصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے

ایک گروہ الیا ضرور رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفوں پر بھاری رہے گا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آجائے اور عیسیٰ ابن مریمؑ نازل ہوں۔"

ام المومنین عائشہؓ صدیقہ | (۱۸) عن عائشۃ (فی قصۃ الدجال) فینزل عیسیٰ علیہ السلام فیقتلہ ثم یمکث عیسیٰ علیہ السلام فی الارض اربعین سنۃ اماما عادلا وحکما مقسطا (مسند احمد، مرویات عائشہ رضی اللہ عنہا)

ترجمہ: "حضرت عائشہؓ (دجّال کے قصے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں) پھر عیسیٰ علیہ السلامؑ اتریں گے اور اسے قتل کریں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال تک ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔"

سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلعم | (۱۹) عن سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فی قصۃ الدجال) فینزل عیسیٰ علیہ السلام فیقتلہ اللہ تعالیٰ عند عقبۃ افیق (مسند احمد، مرویات سفینہ)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہؓ (دجال کے قصے میں حضورؐ سے روایت کرتے ہیں) پھر عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افیق کی گھاٹی کے قریب ہلاک کر دیگا۔"

حذیفہ بن یمانؓ | (۲۰) عن حذیفۃ (فی ذکر الدجال) فلما قاموا یصلون نزل عیسیٰ بن مریم امامہم فصلّی بہم فلما انصرف قال ھٰکذا افرجوا بینی وبین عدو اللہ ۔۔۔۔ ویسلط اللہ علیہم المسلمین فیقتلونھم حتی ان الشجر والحجر لینادی یا عبد اللہ یا عبد الرحمان یا مسلم ھٰذا الیھودی فاقتلہ فیفنیھم اللہ تعالیٰ ویظھر المسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیۃ (مستدرک حاکم۔ مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری (جلد ۶ صفحہ ۴۵۰) میں اسے صحیح قرار دیا ہے)

ترجمہ: "حضرت حذیفہؓ بن یمان (دجّال کے ذکر میں روایت کرتے ہیں) پھر جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہونگے تو عیسیٰ ابن مریم ان کے سامنے اتر آئیں گے اور ان کو نماز پڑھائیں گے پھر سلام پھیرنے کے بعد وہ ہاتھ کے اشارے سے کہیں گے کہ ہٹ جاؤ میرے اور اس دشمن خدا کے درمیان سے ۔۔۔۔

اور اللہ تعالیٰ دجال کے ساتھیوں پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا اور وہ انہیں خوب ماریں گے یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے عبداللہ، اے عبدالرحمان، اے مسلمان، یہ یہاں ایک یہودی موجود ہے، مار اسے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کو فنا کر دے گا اور مسلمان غالب ہونگے اور صلیب توڑ دینگے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ساقط کر دیں گے۔"

ضمیمہ نمبر (۲)

احادیث در باب ظہور مہدی

اس باب میں دو قسم کی احادیث ہیں۔ ایک وہ جن میں مہدی کا ذکر لفظ "مہدی" کی صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ دوسری وہ جن میں لفظ مہدی استعمال کیے بغیر ایک خلیفۂ عادل کے ظہور کی خبر دی گئی ہے اور چونکہ ان احادیث کا مضمون پہلی قسم کی احادیث سے مشابہت رکھتا ہے اس لیے محدثین نے یہ سمجھا ہے کہ ان میں بھی اس خلیفہ سے مراد مہدی ہی ہے۔

قسم اوّل کی احادیث

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الرایاتِ السودَ قد جاءت من قِبَل خراسان فأتوھا فان فیھا خلیفة اللہ المھدیؑ (مسند احمد، بسلسلۂ مرویات ثوبان بیہقی، دلائل النبوة۔ اسی مضمون کی ایک روایت ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی میں بھی ہے)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ خراسان کی طرف سے کالے جھنڈے آرہے ہیں تو ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ، کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ "المہدی" ہو گا۔"

(۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المھدی منا اھل البیت یصلحہ اللہ فی لیلة (مسند احمد، بسلسلۂ مرویات علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "المہدی" ہم اہل بیت میں سے ہو گا، اللہ اسے ایک

رات میں تباہ کر دے گا۔"

(۳) عن ام سلمة قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المهدی من عترتی من ولد فاطمة (ابو داؤد، کتاب الفتن والملاحم، ذکر المهدی)

ترجمہ:" ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "المہدی" میری نسل سے، فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔"

(۴) قالت ام سلمة سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن ولد عبد المطلب سادة اهل الجنة انا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسین والمهدی (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المهدی)

ترجمہ:" ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہم اولاد عبد المطلب جنت کے سردار ہیں، میں، اور حمزہ، اور علی، اور جعفر، اور حسن، اور حسین اور المہدی۔"

(۵) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی المهدی ان قصر فسبع والا فتسع فتنعم فیہ امتی (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المهدی)

ترجمہ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں المہدی ہوگا، اگر کم مدت ہوئی تو سات ورنہ نو (غالباً سات یا نو سال)۔ اس زمانے میں میری امت خوشحال ہوگی۔"

(۶) عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المهدی منّی، اجلی الجبهة اقنی الانف، یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا و یملک سبع سنین (ابو داؤد، کتاب الفتن والملاحم، ذکر المهدی)

ترجمہ:" ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، المہدی مجھ سے ہوگا، روشن اور چوڑی پیشانی والا، اونچی ناک والا، زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی، اور سات سال حکمراں رہے گا۔"

(۷) عن ابی سعید فی قصة المهدی قال فیجئ الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی اعطنی فیحثی له فی ثوبه ما استطاع ان یحمله (مشکوٰة، باب اشراط الساعة، بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: "ابو سعید خدریؓ مہدی کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک شخص آئے گا اور کہے گا کہ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے، تو وہ لپیں بھر بھر کر اس کے کپڑے میں اتنا ڈال دے گا جسے وہ اٹھا سکے۔"

(۸) عن جعفر الصادق عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّٰه . . . کیف تھلک امة انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح اٰخرھا (مشکوٰۃ، باب ثواب ھٰذہ الامة، بحوالہ رزین)

ترجمہ: "امام جعفر صادق اپنے والد (امام محمد باقر) سے اور وہ اپنے والد (امام زین العابدین) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے ہلاک ہو سکتی ہے وہ امت جس کے آغاز میں میں ہوں اور جس کے وسط میں مہدی ہے اور جس کے آخر میں مسیح ہے۔"

دوسری قسم کی احادیث

(۹) لو لم یبق من الدنیا الا یوم لبعث اللّٰه عز وجل رجلاً منا یملأھا عدلاً کما ملئت جوراً (مسند احمد، لسلسلۂ روایات علی رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "اگر دنیا کے ختم ہونے میں صرف ایک ہی دن باقی ہو، پھر بھی اللہ تعالیٰ ہم میں سے ایک ایسا شخص اٹھائے گا جو دنیا کو اسی طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ جور سے بھری ہو گی۔"

(۱۰) عن علی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللّٰه رجلاً من اھل بیتی یملأھا عدلا کما ملئت جوراً (ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، ذکر المھدی)

ترجمہ: "حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دنیا کی مدت میں صرف ایک ہی دن باقی ہو پھر بھی اللہ میرے اہل بیت سے ایک ایسا شخص اٹھائے گا جو اس کو عدل سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہو گی۔"

(۱۱) قال علی رضی اللّٰه عنه ونظر الی ابنه الحسن فقال ان ابنی ھٰذا سیدٌ کما سماہ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وسیخرج من صلبه رجل یسمّٰی باسم نبیکم صلی اللّٰه علیه وسلم یشبھه فی الخُلُق ولا یشبھه فی الخَلق، ثم ذکر قصة یملأ الارض عدلاً (ابوداؤد، کتاب الفتن، ذکر المھدی)

ترجمہ:۔ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو موسوم فرمایا، اور اس کے صُلب سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام تمہارے نبی کا نام ہوگا (یعنی محمد)، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاق میں مشابہ ہوگا مگر شکل وصورت میں مشابہ نہ ہوگا۔" پھر حضرت علیؓ نے ذکر کیا کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دیگا۔

(۱۲) عن علی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجلٌ من وراء النہر یقال لہ الحارث حرّاثٌ علیٰ مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطّئُ او یمکّن لآل محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مومن نصرہٗ، او قال اجابتہٗ (ابوداؤد، کتاب الفتن، ذکر المہدی)

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ماوراء النہر سے نکلے گا جس کا نام حارث ہوگا اور وہ زراعت پیشہ ہوگا، اس کے ہراول پر ایک شخص ہوگا جس کو منصور کے نام سے یاد کیا جاتا ہوگا۔ وہ (یعنی منصور) آل محمد کے لیے اس طرح زمین ہموار کرے گا (یا اسباب اقتدار فراہم کرے گا) جس طرح قریش نے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے کیا۔ واجب ہے ہر مومن پر اس کی مدد کرنا، یا فرمایا اس کی دعوت پر لبیک کہنا۔

(۱۳) لا تقوم الساعۃ حتی یلی (وفی روایۃ لا تنقضی الایام حتی یملک العرب) رجل من اھل بیتی یواطیٔ اسمہ اسمی (مسند احمد، بسلسلۂ مرویات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

ترجمہ:۔ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک فرماں روا نہ ہو جائے (اور ایک دوسری روایت میں ہے زمانہ ختم نہ ہوگا جب تک عرب کا فرمانروا نہ ہو جائے) ایک ایسا شخص جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا اور جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا۔

(۱۴) عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو لم یبق من الدنیا الایوم (وفی روایۃ لطوّل اللہ ذالک الیوم) حتی یبعث اللہ فیہ رجلًا من اھل بیتی یواطیٔ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی (وفی روایۃ) یملأ الارض قسطًا وعدلًا کما ملئت ظلمًا وجورًا۔ (وفی روایۃ اخریٰ) لا تذھب اولا تنقضی الدنیا حتی یملک العرب من اھل بیتی

یواطئ اسمہ اسمی۔ (ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم۔ ذکر المہدی۔ آخری روایت (لاتذھب الدنیا) ترمذی میں بھی ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دنیا کی زندگی میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے (ایک روایت میں یہ فقرہ زائد ہے: تو اللہ اس دن کو طول دے گا) یہاں تک کہ میرے اہلِ بیت میں سے ایک ایسے شخص کو اٹھائے جس کا نام میرے نام کے اور جس کے باپ کا نام میرے والد کے نام کے مطابق ہوگا" ایک اور روایت میں اس پر اتنا اضافہ اور ہے: "جو زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دیگا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی" ایک اور روایت میں الفاظ یہ ہیں: "دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کہ میرے اہلِ خاندان میں سے ایک شخص، جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا، عرب کا فرمانروا نہ ہو جائے"

(۱۵) عن ابی سعید الخدری قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاءً یصیب ھٰذہ الامۃ حتیٰ لا یجدَ الرجل ملجأً یلجأ الیہ من الظلم، فیبعثُ اللہ رجلًا من عترتی واھل بیتی فیملأُ بہ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً یرضیٰ عنہ ساکن السماء وساکن الارض لا تدَعُ السماء من قطرِھا شیئاً الا صبّتہُ مِدراراً ولا تدعُ الارض من نباتِھا شیئاً الا اخرجتہ حتی یتمنی الاحیاءُ الاموات یعیش فی ذالک سبع سنین، او ثمان سنین او تسع سنین (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ، بحوالہ مستدرک حاکم)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلا کا ذکر کیا جو اس امت پر آئے گی یہاں تک کہ آدمی کو ظلم سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا "پھر اللہ میرے خاندان اور اہل بیت سے ایک شخص کو اٹھائے گا اور اس کے ذریعہ سے زمین کو عدل وانصاف سے اُسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اُس سے آسمان والے بھی خوش ہوں گے اور زمین والے بھی۔ نہ آسمان اپنا ایک قطرہ برسائے بغیر رہے گا اور نہ زمین اپنی روئیدگی نکالنے میں کوئی کسر اٹھا رکھے گی، یہاں تک کہ زندہ لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ان کے وہ عزیز اور دوست

جو مر چکے ہیں، یہ زمانہ دیکھیں۔ اس حالت میں وہ سات برس رہے گا، یا ۸ برس، یا ۹ برس۔

(۱۶) عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعدّہ (وفی روایة) یکون فی اخر امتی خلیفة یحثی المال حثیا ولا یعدّہ عدًّا (مشکوٰة، باب اشراط الساعة۔ بحوالہ مسلم)

ترجمہ:۔ جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو بے شمار مال تقسیم کرے گا" دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں "میری امت کے آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپیں بھر بھر کر مال دیگا اور شمار نہ کریگا"

(۱۷) عن ام سلمة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اھل المدینة ھاربًا الی مکة فیاتیہ ناس من اھل مکة فیخرجونہ وھو کارہٌ فیبایعونہ بین الرکن والمقام ویبعث الیہ بعث من الشام فیخسف بھم بالبیداء فاذا رأی الناس ذالک اتاہ ابدال الشام وعصائب اھل العراق فیبایعونہ ثم ینشأ رجل من قریش اخوالہ کلب فیبعث الیھم بعثا فیظھرون علیھم وذالک بعث الکلب والخیبة لمن لم یشھد غنیمة کلب فیقسم المال ویعمل فی الناس بسنة نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم ویلقی الاسلام بجبرانہ الی الارض فیلبث سبع سنین ثم یتوفّٰی ویصلّی علیہ المسلمون۔ (ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم۔ ذکر المھدی)

ترجمہ:۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت کے بعد اختلاف برپا ہوگا۔ اُس موقع پر ایک شخص اہل مدینہ میں سے نکل کر مکہ بھاگ جائے گا (اس اندیشہ سے کہیں اسے خلیفہ نہ بنا لیا جائے)۔ مگر مکہ کے لوگ اس کے پاس آئینگے اور اس کو نکال لائیں گے اور اس کو مجبور کر کے رکن اور مقام کے درمیان اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ پھر اس کے مقابلہ پر ایک لشکر شام کی طرف سے بھیجا جائے گا، مگر وہ لشکر بیداء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک علاقہ) میں زمین دوز ہو جائے گا۔ جب لوگ اس لشکر کا یہ انجام دیکھیں گے تو شام سے ابدال اور اہل عراق کے دستے

اس کے پاس آئیں گے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ پھر ایک شخص قریش کے خاندان سے اُٹھے گا جس کی ننھیال قبیلۂ کلب کی ہو گی۔ وہ اُس کے خلاف لشکر بھیجے گا مگر یہ لشکر (یعنی بنی کلب کا لشکر) بھی شکست کھائے گا۔ نامراد ہے جو اس وقت قبیلۂ کلب کا مال غنیمت تقسیم ہونے پر موجود نہ ہو پھر وہ خوب مال تقسیم کرے گا اور لوگوں کے درمیان سنت پیغمبر کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام زمین پر خوب پھیل جائے گا اور وہ سات سال رہے گا، پھر اس کا انتقال ہو جائے گا اور اس پر مسلمان نماز جنازہ پڑھیں گے۔

(۱۸) عن ابی هریرة مرفوعًا یا عمّ ان اللہ تعالیٰ ابتدأ الاسلام بی وسیختمه لغلام من ولدك وهو الذی یتقدم عیسٰی ابن مریم (کنز العمال ج ۷ صفحہ ۱۸۸)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ چچا جان، اللہ نے اسلام کو مجھ سے شروع کیا اور ایک ایسے لڑکے پر اس کو ختم کریگا جو آپ کی اولاد سے پیدا ہو گا، اور وہی ہو گا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھیں گے۔

(۱۹) عن عمار بن یاسر مرفوعًا یا عباس ان اللہ تعالیٰ بدأ بی هٰذا الامر وسیختمه بغلام من ولدك یملأها عدلًا کما ملئت جورًا وهو الذی یصلی بعیسٰی علیه السلام (کنز العمال حوالۂ مذکور)

ترجمہ:- عمار بن یاسرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ اے عباسؓ، اللہ تعالیٰ نے اس دین کو مجھ سے شروع کیا اور ایک ایسے لڑکے پر اس کو ختم کرے گا جو تمہاری اولاد سے ہو گا، زمین کو اسی طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہو گی، اور اسی کے پیچھے عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔"

ایک منفرد روایت جو دونوں قسم کی روایتوں سے مختلف ہے۔

(۲۰) عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ولا یزداد الامر الا شدة ولا	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حالات بگڑتے جائیں گے، اور دنیا پیچھے ہی

الدنیا الا ادباراً ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا مھدی الا عیسٰی بن مریم (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب شدۃ الزمان)

پٹتی جائے گی اور لوگوں میں تنگ نظری بڑھتی چلی جائیگی، اور قیامت قائم نہ ہو گی مگر بدترین لوگوں پر۔ نیز آپ نے فرمایا کہ عیسٰی ابن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے۔

تشریح: - یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہے جو مہدی اور عیسٰی ابن مریمؑ کے بارے میں تمام کتب حدیث میں وارد ہوئی ہیں، اور کوئی دوسری روایت اس کی تائید میں بھی موجود نہیں ہے۔ اس حدیث پر محدثین کی تنقیدات حسب ذیل ہیں:۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ یہ تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۵۸)

علامہ قرطبیؒ نے اپنے "تذکرہ" میں لکھا ہے کہ "اس کی سند ضعیف ہے، اور مزید براں جو دوسری احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوئی ہیں وہ تصریح کرتی ہیں کہ مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت سے اور اولاد فاطمہ سے ہوگا۔ یہ احادیث اس حدیث سے صحیح تر ہیں اس لیے اس کے بجائے اُنہی کو مانا جائے گا .... ایک احتمال یہ ہے کہ شاید لا مہدی الا عیسٰی کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہو کہ مہدی (بمعنی ہدایت یافتہ) کامل طور پر اور معصومانہ شان کے ساتھ صرف عیسٰی ہونگے۔" (الحاوی للفتاوی صفحہ ۸۵-۸۶)

علامہ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ "یہ حدیث، جیسا کہ صاف نظر آتا ہے تمام ان احادیث کے خلاف ہے جو یہ بتاتی ہیں کہ مہدی اور ہونگے اور عیسٰی ابن مریم اور۔ تاہم غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس قول سے مراد یہ ہے کہ پورے ہدایت یافتہ، جیسا کہ ہونا چاہیے، عیسٰی ہی ہونگے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا مہدی نہ ہو۔" (الحاوی للفتاوی۔ صفحہ ۸۶)

امام سیوطیؒ نے ابن ماجہ کی شرح "مصباح الزجاجہ" میں مفصل تنقید کر کے اس کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔

ضمیمہ نمبر (۳)

فقہاء، محدثین اور مفسرین کی تصریحات اس باب میں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول نبی ہونے کی حیثیت سے نہ ہوگا بلکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کی حیثیت سے آئیں گے، اس لیے ان کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔

اس مسئلے کے متعلق زمخشری، بیضاوی، حافظ الدین نسفی، سیوطی، اور شیخ اسماعیل حقی کی تصریحات ضمیمہ نمبر ۵ میں درج کی گئی ہیں (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۵ نمبر ۳، ۵، ۶، ۹، ۱۰)۔ باقی اقوال درج ذیل ہیں:-

(۱) علامہ ابن حزم (۳۸۴ھ / ۹۹۴ء - ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء)

لا یقدح فی کونہ خاتم الانبیاء والمرسلین نزول عیسی بعدہ لانہ یکون علی دینہ مع ان المراد انہ اٰخر من نُبِّیَ (المحلی، جلد ۵، صفحہ ۲۶۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء والمرسلین ہونے میں حضرت عیسیٰ کا آپ کے بعد نازل ہونا قادح نہیں ہے کیونکہ وہ آپ ہی کے دین پر ہوں گے۔ علاوہ اس کے آنحضرت کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ آخری شخص ہیں جو نبی بنائے گئے۔

(۲) امام رازی (۵۴۳ھ / ۱۱۴۹ء - ۶۰۶ھ / ۱۲۰۹ء)

قال بعض المتکلمین انہ لا یمنع نزولہ من السماء الی الدنیا، الا انہ انما ینزل عند ارتفاع التکالیف او بحیث لا یعرف، اذ لو نزل مع بقاء التکلیف علی وجہ یعرف انہ عیسی لکان اما ان یکون نبیا ولا نبی بعد محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام او غیر نبی وذالک غیر جائز علی الانبیاء، وھذا الاشکال عندی ضعیف، لان انتھاء الانبیاء الی مبعث محمد

بعض متکلمین کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے دنیا کی طرف نازل ہونے سے تو ہمیں انکار نہیں ہے، مگر ہمارے نزدیک وہ یا تو اس وقت اتریں گے جبکہ انسان کی ذمہ داری ختم ہو چکی ہوگی (یعنی توبہ و ایمان کے مطالبے کا سوال ہی ختم ہو چکا ہوگا) یا اس طرح اتریں گے کہ پہچانے نہ جائیں گے۔ کیونکہ اگر وہ ایسی حالت میں نازل ہوں جبکہ انسان ابھی مکلّف ہو، اور اس طرح نازل ہوں کہ ان کا عیسیٰ ہونا پہچان لیا جائے، تو دو صورتوں میں سے کوئی ایک

صلی اللہ علیہ وسلم فعند مبعثہ انتہت تلک المدۃ فلا یبعد ان یصیر بعد نزولہ تبعاً لمحمد (تفسیر کبیر جلد ۳۔ ص ۳۴۳)

صورت لامحالہ ہوگی۔ یا تو وہ نبی ہونگے، حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا وہ غیر نبی ہونگے حالانکہ انبیاء کے معاملہ میں ایسا ہونا جائز نہیں (کہ ایک شخص نبی ہونے کے بعد نبی نہ رہے)۔ لیکن یہ اشکال میرے نزدیک کمزور ہے کیونکہ انبیاء کا زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک ہے۔ جب آپ مبعوث ہوگئے تو زمانۂ انبیاء ختم ہوگیا۔ اب جب عیسیٰؑ نازل ہونگے تو یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں۔

(۳) امام نووی (۶۳۱ھ / ۱۲۳۳ء - ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء)

ینزل عیسی ابن مریم حکماً ای حاکماً بھذہ الشریعۃ ولا ینزل برسالۃ مستقلۃ و شریعۃ ناسخۃ بل ھو حاکم من حکام ھذہ الامۃ۔ (شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۸۹)

عیسیٰ ابن مریم حکم بن کر نازل ہونگے یعنی اس شریعت کے مطابق حکم کرنے والے۔ وہ کسی مستقل رسالت اور کسی ایسی شریعت کے ساتھ نازل نہ ہونگے جو موجودہ شریعت کو منسوخ کرنے والی ہو، بلکہ وہ اس امت کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہونگے۔

اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ امام نووی لکھتے ہیں:

وانکر ذالک بعض المعتزلۃ والجھمیۃ و من وافقھم وزعموا ان ھذہ الاحادیث مردودۃ بقولہ تعالیٰ وخاتم النبیین وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی وباجماع المسلمین انہ لا نبی بعد نبینا وان شریعتہ موبدۃ الی یوم القیامۃ لا تنسخ۔ وھذا استدلال فاسد لانہ لیس المراد بنزول عیسیٰ انہ ینزل نبیا بشرع ینسخ شرعنا، ولا فی ھذہ الاحادیث

بعض معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اس کا (یعنی نزول عیسیٰ کا) انکار کیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ حدیثیں ناقابل قبول ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لانبی بعدی اور مسلمانوں کے اس اجماع کے خلاف پڑتی ہیں کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپؐ کی شریعت قیامت تک رہنے والی ہے، منسوخ ہونے والی نہیں ہے۔ مگر یہ استدلال غلط ہے، کیونکہ عیسیٰؑ کے نزول سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ

ولا فی غیرھا شئ من ھٰذا، بل صحت ھٰذہ الاحادیث ھنا وما سبق فی کتاب الایمان وغیرھا انہ ینزل حکماً مقسطا بحکم شرعنا ویحیی من امور شرعنا ما ھجرہ الناس (شرح مسلم جلد ۱۸ - صفحہ ۷۵)

نبی کی حیثیت سے ایک ایسی شریعت لیکر نازل ہونگے جو ہماری شریعت کو منسوخ کر دے یہ بات نہ اِس باب کی احادیث میں کہیں ہے اور نہ دوسری احادیث میں بلکہ ان احادیث اور کتاب الایمان وغیرہ میں گزری ہوئی دوسری احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہماری شریعت کے مطابق حکم کرنے والے حاکم منصف بن کر آئیں گے اور ہماری شریعت کے ایسے امور کو زندہ و تازہ کریں گے جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہوگا۔

(۴) علاؤ الدین بغدادی، صاحب تفسیر "خازن" (۷۲۵ھ)

فان قلت قد صح ان عیسی علیہ السلام ینزل فی اٰخرالزمان بعدہ وھو نبی، قلت ان عیسی علیہ السلام ممن نبئ قبلہ وحین ینزل فی اٰخرالزمان ینزل عاملاً بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومصلیاً الی قبلتہ کان بعض امتہ (صفحہ ۴-۴۷۱)

اگر کہو کہ آپ کے بعد آخری زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ثابت ہے اور وہ نبی ہیں، تو میں کہونگا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے، اور جب وہ آخر زمانے میں نازل ہونگے تو اس حیثیت سے نازل ہونگے کہ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل ہونگے، اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھیں گے اور آپ کی امت کے افراد میں سے ایک فرد ہونگے

(۵) علامہ تفتازانی (۷۲۲ھ ۱۳۲۲ء - ۷۹۲ھ ۱۳۹۰ء)

فان قیل قد ورد فی الحدیث نزول عیسی بعدہٗ، قلنا نعم، لکنہ یتابع محمداً علیہ السلام لان شریعتہ قد نسخت فلا یکون الیہ وحی ونصب الاحکام بل یکون خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شرح عقائد نسفی ص۹۶)

پھر اگر کہا جائے کہ حدیث میں آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کا ذکر آیا ہے تو میں کہونگا کہ ہاں، مگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونگے، کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے، اس لیے ان کی طرف نہ وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے، بلکہ وہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونگے۔

(۶) علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ / ۱۴۴۹ء)

"ینزل فیکم حکماً" ای حاکماً، والمعنی انه ینزل حاکما بهذه الشریعة فان هذه الشریعة باقیة لا تنسخ بل یکون عیسیٰ حاکما من حکام هذه الامة (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۱۵)

حدیث کے الفاظ ینزل فیکم حکماً کا مطلب یہ ہے کہ وہ حاکم بن کر اتریں گے یعنی اس شریعت کے مطابق کیونکہ یہ شریعت باقی رہنے والی ہے، منسوخ ہونے والی نہیں ہے۔ بلکہ عیسیٰ اس امت کے حاکموں میں سے ایک حاکم ہونگے۔

دوسری جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

عند احمد فی قصة الدجال اذا یقال لعیسیٰ تقدم یا روح الله فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم۔ ۔ ۔ وقال ابو الحسن الخسعی فی مناقب الشافعی "تواترت الاخبار بان عیسیٰ یصلی خلف المهدی" ذکره رداً للحدیث عن انس وفیه لا مهدی الا عیسیٰ ۔ ۔ ۔ وقال ابن الجوزی "لو تقدم عیسیٰ اماماً لوقع فی النفس اشکال ولقیل اتراه تقدم نائبا او مبتدئا شرعا فصلی ماموما لئلا یتدنس بغبار الشبه وجه قوله صلی الله علیه وسلم لا نبی بعدی" (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۱۷)

مسند احمد میں قصۂ دجال کے سلسلے میں یہ حدیث آئی ہے کہ "جب عیسیٰ سے کہا جائے گا کہ آگے بڑھیے اے روح اللہ تو وہ کہیں گے کہ نہیں، تمہارا امام ہی آگے بڑھے اور نماز پڑھائے"۔ ۔ ۔ ابوالحسن خسعی مناقب شافعی میں کہتے ہیں کہ "متواتر روایات اس بارے میں آئی ہیں کہ عیسیٰ مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے"۔ ابوالحسن نے یہ ذکر اس حدیث کی تردید کے سلسلے میں کیا ہے جو انس بن مالک سے مروی ہے کہ "عیسیٰ کے سوا کوئی مہدی نہیں"۔ ۔ ۔ اور ابن جوزی لکھتے ہیں کہ "اگر عیسیٰ امام کی حیثیت سے آگے بڑھ جائیں تو آدمی کے دل میں یہ الجھن پیدا ہو سکتی ہے کہ یہ نائب کی حیثیت سے آگے بڑھے ہیں یا ایک نئی شریعت لانے والے کی حیثیت سے۔ اس لیے وہ مقتدی کی حیثیت سے نماز پڑھیں گے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول لا نبی بعدی کسی شبہ کے غبار سے آلودہ نہ ہونے پائے"

(۷) علامہ بدر الدین عینی (۸۵۵ھ / ۱۴۵۱ء)

وفی کتاب الفتن لابی نعیم ینزل ابن مریم فیجد خلیفتهم یصلی بهم فیتأخر فیقول للخلیفة صل فقد رضی الله عنك فانی انما بعثت وزیرا ولم أبعث امیرا" .. لا ینزل بشریعة متجددة بل ینزل علی شریعة نبینا محمد و یکون من اتباعه (عمدة القاری جلد ۱۶ ص ۳۹)۔

ابو نعیم کی کتاب الفتن میں جو حدیث آئی ہے اُس میں یہ ہے کہ "ابن مریم جب اتریں گے تو مسلمانوں کا خلیفہ اُس وقت ان کو نماز پڑھا رہا ہوگا۔ خلیفہ پیچھے ہٹنے لگے گا۔ مگر ابن مریم اس سے کہیں گے کہ نہیں تم ہی پڑھاؤ، اللہ تم سے راضی ہے، میں وزیر بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ امیر"۔ ۔ ۔ ابن مریم کوئی نئی شریعت لیکر نہ اتریں گے بلکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہی پر اتریں گے اور آپ کے پیروؤں میں سے ہونگے۔

(۸) علامہ قسطلانی (۸۵۱ھ / ۱۴۴۸ء - ۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء)

خاتم النبیین ای آخرهم الذی ختمهم او ختموا به ولا یقدح فیه نزول عیسیٰ بعده لانه اذا نزل یکون علی دینه صلی الله وسلم مع ان المراد انه آخر من نُبّئ (ارشاد الساری جلد ۶ - صفحہ ۱۸)

خاتم النبیین یعنی آخری نبی جس نے سلسلۂ انبیاء پر مُہر لگادی، یا جس سے اس سلسلے پر مُہر لگائی گئی۔ اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے بعد نازل ہونا قادح نہیں ہے، کیونکہ جب وہ اتریں گے تو آپ ہی کے دین پر ہونگے علاوہ بریں خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ وہ آخری شخص ہیں جسے نبی بنایا گیا۔

(۹) ابن حجر ہیتمی (۹۰۹ھ / ۱۵۰۴ء - ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء)

الذی نص علیه العلماء بل اجمعوا علیه انه یحکم بشریعة محمد صلی الله علیه وسلم وعلی ملته ۔ ۔ ۔ وفی حدیث ابن عساکر "الا ان ابن مریم لیس بینی وبینه نبی ولا رسول، الا انه خلیفتی فی امتی من بعدی"

جس بات کو علماء نے بصراحت بیان کیا ہے، بلکہ جس پر تمام علماء کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور آپ ہی کی ملت پر رہیں گے ۔ ۔ ۔ اور ابن عساکر کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ "البتہ میرے

وقد صرح السبکی بانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بالقرآن والسنۃ۔ (فتاوی حدیثیہ صد ۱۲۸-۱۲۹)

اور ابنِ مریم کے درمیان کوئی رسول اور نبی نہیں ہے، اور ابنِ مریم جب آئیں گے تو میرے بعد میری امت میں خلیفہ ہوں گے" اور سبکی نے تصریح کی ہے کہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر حکم کریں گے یعنی قرآن اور سنت کے مطابق۔

(۱۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء - ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء)

بتحقیق ثابت شدہ است با حادیث صحیحہ کہ عیسیٰ ضرور می آید و می باشد تابع دین محمد و حکم می کند بشریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، جلد ۴۔ صد ۳۴۳)

احادیثِ صحیحہ سے تحقیق ثابت ہو چکا ہے کہ عیسیٰ نازل ہوں گے اور دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے اور آنحضرت کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔

(۱۱) علامہ زرقانی (۱۱۶۲ھ)

وعیسیٰ اذا نزل انما یحکم بشرعہ۔۔۔ وارادۃ اللہ ان لا ینسخ شریعتہ بل من شرفہ نسخہا لجمیع الشرائع ولھذا اذا نزل عیسیٰ انما یحکم بہا (شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ صد ۱۱۶)

اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپ ہی کی شرع کے مطابق حکم کریں گے۔۔۔۔ اور اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے، بلکہ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔ اسی لیے جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اسی کے مطابق حکم کریں گے۔

(۱۲) علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ)

وقد ثبت فی الاحادیث الصحیحۃ ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی آخر الزمان ۔۔۔ ویحکم بین العباد بالشریعۃ المحمدیۃ (فتح القدیر)

احادیثِ صحیحہ میں ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں نازل ہوں گے۔۔۔ اور لوگوں کے درمیان شریعتِ محمدیہ کے مطابق حکم کریں گے۔

(۱۳) علامہ آلوسی (سنہ ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۴ء)

ثم انہ علیہ السلام حین ینزل باقٍ علی نبوتہ السابقۃ لم یعزل عنھا بحال لکنہ لایتعبد بھا لنسخھا فی حقہ وحق غیرہ و تکلیفہ باحکام ھٰذہ الشریعۃ اصلًا وفرعًا فلا یکون الیہ علیہ السلام وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحاکما من حکام ملتہ بین امتہ (روح المعانی، جلد ۲۲، ص ۳۲)

پھر عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہونگے تو اپنی اُس نبوت پر باقی ہونگے جو ان کو پہلے مل چکی تھی، بہرحال اُس سے معزول نہ ہو جائیں گے، مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہونگے، کیونکہ وہ اُن کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ اصول اور فروع میں اسی شریعت کی پیروی پر مکلّف ہیں۔ لہٰذا اُن پر نہ تو وحی ہوگی اور نہ ان کو احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا، بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ، اور آپ کی امت میں آپ کی ملت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔

ضمیمہ نمبر (۴)

احادیث درباب ختم نبوت

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء (بخاری، کتاب المناقب باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ ان کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے، جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کی جانشینی کرتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے بلکہ خلفاء ہونگے۔"

(۲) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتًا فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا

وضعت ھذہ اللبنۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین
اسی مضمون کی چار حدیثیں مسلم، کتاب الفضائل، باب خاتم النبیین میں ہیں اور آخری حدیث میں یہ الفاظ زائد
ہیں: فجئت فختمت الانبیاء (پس میں آیا اور میں نے انبیاء کے سلسلے پر مُہر لگا دی) یہی حدیث انہی
الفاظ میں ترمذی کتاب المناقب، باب فضل النبی اور کتاب الآداب، باب الامثال میں بھی موجود
ہے۔ مُسند ابو داؤد طیالسی میں بھی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے سلسلے میں یہ حدیث درج
کی گئی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ختم بی الانبیاء (مجھ سے انبیاء کے سلسلے پر مہر لگا دی گئی)
مُسندِ احمد میں حضرت اُبَی بن کعب کی روایات کے سلسلے میں بھی اس مضمون کی ایک حدیث موجود ہے،
اگرچہ اس کے الفاظ مختلف ہیں، مگر مضمون یہی ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث امام احمد نے
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مرویات میں نقل کی ہے۔ نیز ایک اور حدیث انہوں نے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ کے مرویات میں بھی نقل کی ہے جس کا مضمون یہی ہے)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی
ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی
جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس
اینٹ کی جگہ پُر کیوں نہ کر دی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔"

(۳) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بِستٍّ: اُعطیت
جوامع الکلم، ونصرت بالرعب، واحلت لی الغنائم، وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا،
وارسلت الی الخلق کافۃ، وختم بی النبیون (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ میں یہ حدیث صرف
مسلم کے حوالہ سے باب فضائل سید المرسلین میں درج کی گئی ہے)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے:
مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔ رعب کے ذریعہ سے میری نصرت فرمائی گئی۔ میرے
لیے غنیمت کو حلال کیا گیا۔ میرے لیے زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ یعنی وضو

کی جگہ تیمم جائز کیا گیا) سب مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اور مجھ سے انبیاء کے سلسلے پر مُہر لگا دی گئی۔"

(۴) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذہاب النبوۃ۔ مسند احمد میں بھی یہ حدیث بسلسلۂ مرویات انس بن مالک رضی اللہ عنہ موجود ہے)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے۔ میرے بعد اب نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول۔"

(۵) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا محمد، وانا احمد، وانا الماحی الذی یمحیٰ بی الکفر، وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی، وانا العاقب، والعاقب الذی لیس بعدہ نبی (بخاری مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی۔ ترمذی، کتاب الآداب، باب اسماء النبی۔ موطا امام مالک، کتاب اسماء النبی۔ المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ، باب اسماء النبی)۔

ترجمہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر کو محو کیا جائے گا، میں حاشر ہوں کہ میرے بعد حشر برپا ہوگا، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"

(۶) ان اللہ لم یبعث نبیاً الا حذر امتہ الدجال وانا اخر الانبیاء وانتم اخر الامم وھو خارج فیکم لا محالۃ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الدجال)

ترجمہ: "اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے نہ ڈرایا ہو اور میں نبیوں میں سب سے آخری ہوں اور تم امتوں میں سب سے آخری ہو، لہٰذا اب وہ (یعنی دجال) لامحالہ تمہارے ہی اندر نکلے گا۔" یعنی جب مجھ سے پہلے انبیاء کی امتوں میں سے وہ نہیں نکلا تو اب اس کو تم ہی میں نکلنا ہے۔

(۷) عن عبد الرحمٰن بن جبیر قال سمعت عبد اللہ بن عمرو یقول خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً کالمودع فقال "انا محمد النبی الامی ثلاثا ولا نبی بعدی۔۔۔"

(مسند احمد، بسلسلۂ مرویات عبداللہ بن عمرو بن عاص)

ترجمہ۔ عبدالرحمان بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو یہ کہتے سنا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے نکل کر ہمارے سامنے تشریف لائے اور اس انداز سے کہ گویا آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں یہ فرمایا: میں محمد نبی امی ہوں (تین بار یہ فقرہ آپ نے دُہرایا)، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں . . . ."

(۸) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبوۃ بعدی الا المبشرات، قیل وما المبشرات یا رسول اللہ قال الرؤیا الحسنۃ او قال الرؤیا الصالحۃ (مسند احمد، بسلسلۂ مرویات ابوالطفیل رضی اللہ عنہ۔ اسی مضمون کی احادیث نسائی اور ابوداؤد میں بھی ہیں)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد نبوت نہیں ہے، صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں۔ عرض کیا گیا وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یا رسول اللہ؟ فرمایا اچھا خواب، یا فرمایا صالح خواب

(۹) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی کتاب المناقب)

ترجمہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔"

(۱۰) قال رسول اللہ صلعم لعلیؓ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی حین خلفہ فی غزوۃ تبوک (مسلم، کتاب فضائل الصحابہ۔ بخاری، کتاب فضائل الصحابہ۔ بخاری اور مسلم نے غزوۂ تبوک کے سلسلے میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ مسند احمد میں اس مضمون کی دو حدیثیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرویات میں درج ہیں جن میں سے ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں: الا انہ لا نبوۃ بعدی یعنی مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علیؓ کو پیچھے چھوڑتے وقت فرمایا میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

تشریح:۔ محمد بن اسحاق، ابن ہشام، ابوداؤد طیالسی اور امام احمد بن حنبل نے اس سلسلے میں جو روایات نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علیؓ کو عورتوں اور بچوں کی خبر گیری کے لیے مدینے میں چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو منافقین نے طرح طرح کی باتیں حضرت علیؓ

کے متعلق کہنی شروع کر دیں اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟" تب آپ نے فرمایا "یا علی اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ"۔ اے علی کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تم کو وہی نسبت ہو جو موسیٰ سے ہارون کو تھی یعنی جس طرح حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون کو بنی اسرائیل کی نگرانی و حفاظت کے لیے چھوڑا تھا اسی طرح میں تم کو مدینے کی حفاظت کے لیے چھوڑ رہا ہوں مگر ساتھ ہی حضور کو اندیشہ ہوا کہ کہیں بعد میں حضرت ہارون کے ساتھ حضرت علی کو تشبیہ دینا کسی فتنے کا موجب نہ بن جائے اس لیے فوراً آپ نے یہ فقرہ ارشاد فرمایا کہ (الا انہ لانبیّ بعدی، یا لا نبوۃ بعدی۔

اس کے ساتھ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت ہارون کی تشبیہ کے ساتھ جب حضور نے لانبی بعدی یا لا نبوۃ بعدی فرمایا تو اس سے یہ اشارہ بھی نکلا کہ حضور کے بعد تشریعی ہی نہیں بلکہ غیر تشریعی نبوت کا دروازہ بھی بند ہے، کیونکہ حضرت ہارون غیر تشریعی نبی تھے۔ شریعت ان کو نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کو دی گئی تھی۔

(۱۱) عن ثوبان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ وانہ سیکون فی امتی کذّابون ثلٰثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (ابوداؤد، کتاب الفتن۔ اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداؤد نے کتاب الملاحم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے بھی حضرت ثوبان اور حضرت ابوہریرہ کی یہ دونوں حدیثیں روایت کی ہیں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ یہاں تک کہ اٹھیں گے تیس کے قریب دجال جن میں سے ہر ایک دعویٰ کریگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے")

ترجمہ: "ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ۔ ۔ اور یہ کہ میری امت میں تیس بڑے جھوٹے ہونگے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کریگا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"

(۱۲) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد فعمر (بخاری، کتاب المناقب مسلم میں اس

مضمون کی جو حدیث ہے اس میں یکلمون کے بجائے محدّثون کا لفظ ہے، مگر مکلّم اور محدَّث کے معنی ایک ہی ہیں

ترجمہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں ان میں ایسے لوگ تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ اگر میری امت میں سے کوئی ہوا تو عمر ہوگا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نبی ہی نہیں مکلّم اور محدّث بھی اب کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہوتا تو حضرت عمرؓ ہونے یا ہوتے ہوں گے۔

(۱۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی ولا امۃ بعد امتی (بیہقی، کتاب الرؤیا۔ طبرانی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے)

ترجمہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نبی کی امت) نہیں۔"

(۱۴) انی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد (شرح مسلم، نووی، جلد ۹ - صفحہ ۱۶۴)

ترجمہ :- میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی آخری مسجد نبوی) ہے۔"

ضمیمہ نمبر ۵

آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی تفسیر میں تیسری صدی ہجری سے تیرھویں صدی ہجری تک کے تمام اکابر مفسرین کے اقوال۔

(۱) علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ / ۸۳۹ء - ۳۱۰ھ / ۹۲۳ء)

ولکنہ رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیہا فلا تفتح لاحد بعدہٗ الی قیام الساعۃ .... واختلفت القرّاء فی قرأۃ قولہ وخاتم النبیین فقرأ ذالک قرّاء

"مگر وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبیین ہے"، یعنی جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی کہ اس کے بعد قیامت تک وہ کسی کے لیے نہ کھلے گی.... اور لفظ خاتم النبیین کی قرأت میں قاریوں کے درمیان

الامصار سوی الحسن وعاصم بکسر التاء من خاتم النبیین ... وقرأ ذالك فیما یذکر الحسن و عاصم خاتم النبیین بفتح التاء بمعنی انه اخر النبیین (جلد ۲۲ صفحہ ۱۲-۱۳)

اختلاف ہوا ہے حسن اور عاصم کے سوا تمام ممالک کے قاریوں نے اس کو خاتِم النبیّین بالکسر پڑھا ہے اس معنی میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کے سلسلے پر مہر لگا دی ... اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے حسن اور عاصم نے اس کو خاتَم النبیین بالفتح پڑھا ہے اس معنی میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

(۲) محی السنۃ البغوی، صاحب "معالم التنزیل" متوفی ۵۱۰ھ / ۱۱۱۶ء :

ختم اللہ به النبوۃ فھو خاتمھم ... وتروی عن ابن عباس ان اللہ تعالیٰ حکم ان لا نبی بعدہ (جلد ۳، صفحہ ۱۵۸)

اللہ نے آپ کے ذریعہ سے نبوت کو ختم کیا پس آپ انبیاء کے خاتم ہیں ... اور ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۳) علامہ زمخشری، صاحب تفسیر "کشاف" ۴۶۷ھ - ۵۳۸ھ / ۱۰۷۵ء - ۱۱۴۴ء

فان قلت کیف کان اخر الانبیاء وعیسیٰ ینزل فی اخر الزمان قلت معنی کونه اخر الانبیاء انه لا ینبأ احد بعدہ وعیسیٰ ممن نبیٔ قبله وحین ینزل ینزل عاملا علی شریعۃ محمد مصلیا الی قبلته کانه بعض امته (جلد ۲ - صفحہ ۲۱۵)

اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہوئے جبکہ عیسیٰ آخری زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائیگا، اور عیسیٰ اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے، اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی پر عمل کرنے والے اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے بن کر نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہیں۔

(۴) امام رازی، صاحب تفسیر کبیر ۵۴۳ھ - ۶۰۶ھ / ۱۱۴۹ء - ۱۲۰۹ء :-

وخاتم النبیین وذالك لان النبی الذی یکون بعدہ نبی ان ترك شیئا من النصیحۃ والبیان یستدرکه من یاتی بعدہ واما من لا نبی بعدہ یکون اشفق علی امته واھدی لھم واجدی اذ ھو کوالد لولدہ الذی لیس له غیرہ من احد - (جلد ۶ - صفحہ ۵۸۱)

اس سلسلۂ بیان میں" اور خاتم النبیین" اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اُس کسر کو پورا کر دیتا ہے، مگر جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اس کو زیادہ واضح ہدایات دیتا ہے، کیونکہ اس کی مثال ایسے باپ کی ہوتی ہے جو ایسے بیٹے کا باپ ہے جس کا کوئی ولی و سرپرست اس باپ کے سوا نہیں ہے۔

(۵) قاضی بیضاوی، صاحب تفسیر "انوار التنزیل"، متوفی ۶۸۵ھ / ۱۲۸۶ء :-

ای اخرھم الذی ختمھم او ختموا به ولا یقدح فیه نزول عیسیٰ بعدہ لانه اذا نزل کان

یعنی آپ انبیاء میں سب سے آخری ہیں جس نے اُن پر مہر کر دی یا جس سے وہ مُہر کیے گئے۔ اور عیسیٰ کا آپ کے

علی دینہ۔ (جلد ۴ صفحہ ۱۶۴)

بعد نازل ہونا اس میں قادح نہیں ہے، کیونکہ جب وہ نازل ہونگے تو آپ ہی کے دین پر ہونگے۔

(۶) حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی، صاحب "مدارک التنزیل"، متوفی سنہ ۷۱۰ھ / ۱۳۱۰ء

وخاتم النبیین۔۔۔ ای اخرھم، یعنی لاینبأ احد بعدہ وعیسٰی ممن نبیٔ قبلہ وحین ینزل ینزل عاملاً علیٰ شریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانہ بعض امتہ (صفحہ ۴۷۱)

وخاتم النبیین۔۔۔ یعنی انبیاء میں سب سے آخری نبی یعنی آپ کے بعد کوئی اور شخص نبی نہ بنایا جائیگا۔ رہے عیسٰی تو وہ آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہونگے تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عامل ہونگے، گویا کہ وہ آپ کی امت ہی کے ایک فرد ہیں۔

(۷) علاء الدین علی بن محمد البغدادی، صاحب تفسیر "خازن"، متوفی سنہ ۷۲۵ھ

وخاتم النبیین، ختم اللہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ بعدہٗ ولا معہٗ۔۔۔ وکان اللہ بکل شیئٍ علیما، ای دخل فی علمہ انہ لا نبی بعدہٗ (صفحہ ۴۷۱-۴۷۲)

وخاتم النبیین، یعنی اللہ نے آپ سے نبوت ختم کر دی پس نہ آپ کے بعد کوئی نبوت ہے اور نہ آپ کے ساتھ کسی اور کی نبوت۔۔۔ وکان اللہ بکل شیئٍ علیما، یعنی یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۸) علامہ ابن کثیر دمشقی، صاحب تفسیر مشہور، متوفی سنہ ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء:

فھذہ الاٰیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بالطریق الاولی والاحریٰ لان مقام الرسالۃ اخص من مقام النبوۃ فان کل رسول نبی ولا ینعکس (جلد ۳ صفحہ ۴۹۳)

پس یہ آیت اس باب میں نص ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جب کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول تو بدرجۂ اولیٰ نہیں ہے، کیونکہ مقام رسالت بہ نسبت مقام نبوت کے اخص ہے، ہر رسول نبی ہوتا ہے اور اس کے برعکس ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

(۹) علامہ جلال الدین سیوطی، صاحب "تفسیر جلالین"، متوفی سنہ ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء:

وکان اللہ بکل شیئٍ علیما ای علیما بان لا نبی بعدہ واذا نزل عیسٰی یحکم بشریعتہ (صفحہ ۷۶۸)

وکان اللہ بکل شیئٍ علیما، یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں، اور عیسٰی جب نازل ہونگے تو آپ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔

(۱۰) شیخ اسماعیل حقی، صاحب تفسیر "روح البیان"، متوفی سنہ ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء:

وخاتم النبیین، قرأ عاصم بفتح التاء وھو آلۃ الختم بمعنی ما یختم بہ کالطابع بمعنی ما یطبع بہ والمعنی وکان آخرھم الذی

وخاتم النبیین، عاصم نے اس کو ت کی فتح کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں آلۂ ختم کے جس سے مہر کی جاتی ہے جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپہ لگایا جائے۔ مراد یہ ہے

ختموا به وبالفارسیة "مُهر پیغمبران" یعنی بدو مهر کرده شده در نبوت وپیغمبران را بدو ختم کرده اند، وقرأ الباقون بکسر التاء ای کان خاتمهم ای فاعل الختم بالفارسیة مُهر کنندهٔ پیغمبران است وهو بالمعنی الاول . . . فکانت علماء امته ورثته علیه السلام من جهة الولایة وانقطع ارث النبوة بختمیته ولا یقدح فی کونه خاتم النبیین نزول عیسیٰ بعده لان معنی کونه خاتم النبیین انه لا ینبأ بعده احد کما قال لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی" وعیسیٰ ممن نُبیٔ قبله وحین ینزل انما ینزل علی شریعة محمد علیه السلام مصلیا الی قبلته کانه بعض امته فلا یکون الیه وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفة رسول الله - (جلد ۲۲ - صفحہ ۱۸۸)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سب سے آخر تھے جن سے نبوت پر مہر لگائی گئی۔ فارسی میں اسے "مُہر پیغمبران" کہیں گے یعنی آپ سے نبوت کے دروازے پر مُہر لگادی گئی اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔ باقی قاریوں نے اس لفظ کو ت کی کسر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی آپ خاتم بمعنی فاعلِ ختم تھے۔ فارسی میں اس کو "مہر کنندہ پیغمبران" کہیں گے اس طرح یہ لفظ بھی خاتم ہی کا ہم معنی ہے۔ . . . . پس آپ کی امت کے علماء ولایت کے اعتبار سے آپ کے وارث ہیں اور آپ کی ختمیت سے نبوت کی میراث منقطع ہو چکی ہے اور آپ کے بعد عیسیٰ (علیہ السلام) کا نزول آپ کے خاتم النبیین ہونے میں قادح نہیں ہے، کیونکہ آپ کے خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا جیسا کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کی موسیٰ کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ اور عیسیٰ اُن لوگوں میں سے تھے جو آنحضرت سے پہلے نبی ہوئے تھے۔ اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمد علیہ السلام پر نازل ہوں گے اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھیں گے، گویا کہ وہ آپ کی امت کے افراد میں سے ہیں۔ پس ان کی طرف نہ وحی ہوگی نہ وہ نئے احکام قائم کریں گے، بلکہ رسول اللہ کے خلیفہ ہوں گے۔

(۱۱) علامہ شوکانی، صاحبِ تفسیر "فتح القدیر"، متوفی ۱۲۵۵ھ:

قرأ الجمهور خاتم بکسر التاء وقرأ عاصم بفتحها ومعنی القراءة الاولی انه ختمهم ای جاء آخرهم ومعنی القراءة الثانیة انه صار کالخاتم لهم الذی یختمون به ویتزینون بکونه منهم (جلد ۴، صفحہ ۲۷۵)

جمہور نے اس لفظ کو خاتِم (ت کے کسرہ کے ساتھ) پڑھا ہے اور عاصم نے ت کے فتح کے ساتھ (خاتَم)۔ پہلی قراءت کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے انبیاء پر مہر کردی، یعنی سب کے آخر میں آئے۔ اور دوسری قراءت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ان کے لیے مُہر کی طرح ہو گئے جس کے ذریعہ سے ان پر مہر کی گئی، اور جن کے شمول سے انبیاء کا گروہ مزین ہوا۔

(۱۲) علامہ آلوسی بغدادی، صاحبِ تفسیر "روح المعانی"، متوفی ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء:

والمراد بالنبی ما هو اعم من الرسول فیلزم من کونه صلی الله علیه وسلم خاتم النبیین

لفظ نبی بہ نسبت رسول کے عام ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے لازم آتا ہے

کونہ خاتم المرسلین والمراد بکونہ علیہ السلام خاتمہم انقطاع حدوث وصف النبوۃ فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ السلام بھا فی ھذہ النشاۃ (جلد ۲۲ ۔ صفحہ ۳۲)

کہ آپ خاتم المرسلین بھی ہوں اور اُن کے خاتم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس زندگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت سے آراستہ ہو جانے کے بعد اب جن و انس میں سے کسی شخص کے اندر از سرِ نو وصفِ نبوت پیدا نہ ہوگا۔

ضمیمہ نمبر (۶)

(عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت اور مدعی نبوت کی تکفیر کے باب میں علماء امت کے اقوال)

(۱) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (سنہ ۸۰ھ ۔ سنہ ۱۵۰ھ)

وتنبأ رجل فی زمن ابی حنیفۃ وقال امھلونی حتی اجیٔ بالعلامات فقال ابو حنیفۃ من طلب منہ علامۃ فقد کفر لقولہ علیہ السلام لا نبی بعدی (روح البیان جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۸)
(مناقب الامام الاعظم لابن احمد المکی متوفی ۵۶۸ھ)

ایک شخص نے امام ابو حنیفہ کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں اس پر امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ جو شخص اُس سے علامات کا مطالبہ کریگا وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۲) علامہ ابن حزم (سنہ ۳۸۴ھ / ۹۹۴ء ۔ سنہ ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء)

وان الوحی قد انقطع مذ مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، برھان ذالک ان الوحی لا یکون الا الی نبی وقد قال عزوجل ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ (المحلّٰی ج ۱ ۔ صفحہ ۲۶)

اور یقیناً وحی کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے منقطع ہو چکا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ "محمد نہیں ہیں تم میں سے کسی کے باپ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم ہیں نبیوں کے"۔

(۳) امام غزالی (سنہ ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء ۔ سنہ ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء)

ان الامۃ فھمت بالاجماع من ھذا اللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہٗ ابداً وعدم رسول بعدہٗ ابداً وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علیٰ انہ غیر مأول ولا مخصوص (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۱۱۳)

امت نے اس لفظ (لا نبی بعدی) سے بالاجماع یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتا دیا ہے کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رسول۔ اور یہ کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام جنون اور بکواس کی قسم سے ہے اور یہ تاویل اس پر تکفیر کا حکم لگانے میں مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق

تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی تاویل و تخصیص نہیں کی جا سکتی۔

(۴) قاضی عیاض (۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء)

ومن ادعی النبوۃ لنفسہ، او جوز اکتسابھا والبلوغ بصفاء القلب الی مرتبتھا کالفلاسفۃ وغلاۃ المتصوفۃ، وکذالک من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدعی النبوۃ . . . فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ اخبر صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین و انہ ارسل کافۃ للناس و اجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ والمراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعاً اجماعاً و سمعاً . . . . وکذالک من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ (شفاء، جلد ۲، صفحہ ۲۷۰-۲۷۱)

جو شخص خود اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے، یا جو نبوت کے اکتساب اور صفائی قلب کے ذریعہ سے مرتبۂ نبوت تک پہنچ جانے کو جائز رکھے جیسا کہ فلسفی لوگ اور غالی متصوفین کہتے ہیں، اور اسی طرح جو دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ کرے . . . ایسے سب لوگ کافر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں، کیونکہ آپ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں، کوئی نبی آپ کے بعد آنے والا نہیں، اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں جنہیں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے، اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس کے مفہوم و مراد میں تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام لوگوں کے کفر میں شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے بربنائے اجماع بھی اور بربنائے نقل بھی . . . . اور اسی طرح وہ بھی کافر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی کی نبوت کا قائل و مدعی ہو۔

(۵) علامہ شہرستانی (۵۴۸ھ / ۱۱۵۳ء)

وکذالک من قال . . . . او ان بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً غیر عیسٰی بن مریم علیہ السلام فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ (الملل والنحل، جلد ۳، صفحہ ۲۴۹)

اور اسی طرح جو کہے . . . . یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی نبی ہے تو اس کی تکفیر میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے۔

(۶) علامہ ابن کثیر (۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء)

ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذاب افاک دجال ضال مضل (تفسیر القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۹۴)

ہر وہ شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس مقام (نبوت) کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

(۷) علامہ ابن نجیم (سنہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء)

اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات (الاشباہ والنظائر، کتاب السیر باب الردۃ صفحہ ۱۷۹)

اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیونکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کا جاننا اور ماننا دین میں ضروری ہے۔

(۸) ملا علی قاری (سنہ ۱۰۱۶ھ)

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے باجماع امت۔

(۹) شیخ اسماعیل حقی (سنہ ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء)

وقال اهل السنة والجماعة لا نبی بعد نبینا لقوله تعالیٰ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین وقوله علیه السلام لا نبی بعدی ومن قال بعد نبینا نبی یکفر لانه انکر النص وکذالک لو شک فیه لان الحجة تبین الحق من الباطل ومن ادعی النبوة بعد موت محمد لا یکون دعواه الا باطلا (روح البیان جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۸)

اہل سنت والجماعۃ اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب جو کوئی کہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا۔ اسی طرح اس شخص کی تکفیر بھی کی جائے گی جو اس میں شک کرے۔ کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے الگ کر دیا ہے۔ اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ باطل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) فتاویٰ عالمگیری (بارھویں صدی ہجری)

اذا لم یعرف الرجل ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم ولو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیة من پیغمبرم یرید به من پیغام می برم یکفر (جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

اگر آدمی یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اگر کہے کہ میں رسول اللہ ہوں یا فارسی میں کہے کہ من پیغمبرم اور اس کی مراد یہ ہو کہ وہ پیغام لانے والا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

(۱۱) علامہ آلوسی (سنہ ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء)

وکونه صلی اللہ علیہ وسلم خاتم

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ان باتوں میں سے

النبیین مما نطق به الکتاب وصدعت به السنة واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه ویقتل ان اصر (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۹)

ہے جن کی کتاب اللہ نے تصریح کی اور سنت نے واشگاف بیان کیا اور امت نے اس پر اجماع کیا، لہٰذا اس کے خلاف دعوی کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اور اگر اصرار کرے گا تو قتل کیا جائے گا۔

ضمیمہ نمبر (۷)

[مرزا غلام احمد صاحب کی تحریک کے مختلف مراحل، ان میں مرزا صاحب کے مختلف دعوے، اور قادیانی عقیدہ و عمل پر ان دعووں کے اثرات]

مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۸۰ء میں ایک مبلغ اور مناظر اسلام کی حیثیت سے مسلمانوں میں نمودار ہوئے۔ اس وقت سے لے کر اپنی وفات (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) تک اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں انہوں نے جن عقائد اور خیالات کا اظہار کیا اُن کو بیان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان مراحل کو تاریخی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کر دیں تاکہ ہر مرحلے کے بیانات اور دوسرے مراحل کے بیانات سے ان کا فرق اچھی طرح سمجھا جا سکے:۔

تاریخی ترتیب

(۱) ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۸ء۔ اس دور میں مرزا صاحب محض ایک مبلغ اسلام اور غیر مسلم حملہ آوروں کے مقابلے میں اسلام کی مدافعت کرنے والے مناظر تھے۔ اُن کو پورا اصرار تھا کہ ان کے عقائد تمام مسائل میں وہی ہیں جو عام مسلمانوں کے ہیں۔ اگرچہ ان کی تحریروں میں طرح طرح کے مخفی دعوے دیکھ کر مسلمان کھٹکتے تھے، مگر مرزا صاحب اپنے اقوال کی توجیہات کر کے مسلمانوں کو مطمئن کر دیتے تھے۔

(۲) دسمبر ۱۸۸۸ء میں انہوں نے بیعت کے لیے اشتہار دیا اور ۱۸۸۹ء کے آغاز سے بیعت لینی شروع کی۔ اس وقت انہوں نے صرف "مجدد وقت" اور "مامور من اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا، اور مسیح علیہ السلام سے اس بنا پر اپنی مماثلت ظاہر کی کہ جس فروتنی اور مسکینی کی حالت میں وہ تھے اسی حالت میں مرزا صاحب بھی دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں عام مسلمان مرزا صاحب کے متعلق اچھے خیالات رکھتے تھے۔ البتہ یہ دیکھ کر کھٹکتے تھے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو تمام اولیائے امت سے افضل کہتے ہیں۔ (سیرۃ المہدی مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب۔ حصہ اول صفحہ ۱۴-۳۱-۸۹ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱-۱۲ و ۱۵)

(۳) ۱۸۹۱ء میں انہوں نے مسیح علیہ السلام کی موت کا اعلان اور خود مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا جس سے مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی (سیرۃ المہدی صفحہ ۳۱ و ۸۹)۔ اس دور کے آغاز میں مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ: "پھر میں تقریباً بارہ برس تک، جو ایک زمانہ دراز ہے، بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ

خدا نے مجھے بڑی شدّ و مدّ سے براہین (یعنی براہین احمدیہ) میں مسیح موعود قرار دیا ہے، اور میں حضرت عیسٰی کی آمد ثانی کے رسمی عقیدے پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے" (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۷)۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں: "اگرچہ کہ خدا نے براہینِ احمدیہ میں میرا نام عیسٰی رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی، مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسٰی آسمان پر سے نازل ہونگے اس لیے میں نے خدا کی وحی کے ظاہر پر عمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا ہے تو ہی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صہ ۱۴۹)

(۴) ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کے خاص خاص مریدوں نے ان کو صاف صاف نبی کہنا شروع کیا اور ان کو وہی حیثیت دینی شروع کر دی جو قرآن کی رُو سے انبیاء علیہم السلام کی ہے۔ مرزا صاحب کبھی اُن کے اس قول کی تصدیق و تائید کرتے تھے، اور کبھی نبوت کے الفاظ کی توجیہہ ناقص نبی، جزوی نبی، محدّث وغیرہ الفاظ سے کر کے اُن لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتے تھے جو نبوت کے دعوے پر ایمان لانے میں متامّل تھے۔ اس دور میں ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب کے ایک مرید خاص مولوی عبدالکریم صاحب نے خود مرزا صاحب کی موجودگی میں ایک خطبہ جمعہ پڑھا جس میں انہوں نے احمدیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "اگر تم مسیح موعود کو ہر ایک امر میں حکم نہیں ٹھیراؤ گے اور اس پر ایمان نہیں لاؤ گے جیسا صحابہ نبی کریم پر ایمان لائے تو تم بھی ایک گونہ غیر احمدیوں کی طرح اللہ کے رسولوں میں تفریق کرنے والے ہو گے۔" مرزا صاحب نے جمعہ کے بعد ان الفاظ میں اس کی توثیق کی کہ "یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپ نے بیان کیا۔" (کلمۃ الفصل، صاحبزادہ بشیر احمد صاحب۔ صفحہ ۱۶۷)۔ مگر اس توثیق کے باوجود مرزا صاحب خود نبوت کے صریح دعوے سے مجتنب رہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے بقول اُس زمانہ میں مرزا صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے اور آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے تو یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت۔" (القول الفصل صفحہ ۲۴۔ نیز مزید توضیح کے لیے ملاحظہ ہو منکرین خلافت کا انجام از جلال الدین صاحب شمس صفحہ ۱۹)

(۵) ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا صاف صاف اعلان کیا اور اپنی اکثر تحریروں میں اس نبوت و رسالت کو "ناقص"، "جزوی" اور "محدثیت" وغیرہ الفاظ سے محدود کرنا ترک کر دیا (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۳۱)۔ جلال الدین شمس صاحب اپنی کتاب "منکرین خلافت کا انجام" میں اس کے متعلق یہ تصریح کرتے ہیں کہ: "۱۹۰۱ء سے پہلے کی بعض تحریرات میں حضرت اقدس (یعنی مرزا صاحب

نے اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور لکھا کہ آپ نبی نہیں بلکہ محدّث ہیں۔ لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریرات میں آپ نے اپنی نبوت کو نہ جزئی قرار دیا نہ ناقص نہ محدّثیت والی نبوت، بلکہ صاف الفاظ میں اپنے آپ کو نبی لکھتے رہے" (صفحہ ۱۹)۔ اسی کے متعلق مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب فرماتے ہیں: "۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے ۔ ۔ ۔ پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کے حوالے، جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے" (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۱)

(۶) ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے منجملہ اور دعاوی کے ایک دعویٰ یہ بھی کیا کہ وہ کرشن ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ از مرزا صاحب، مورخہ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء، صفحہ ۳۴)

ان مختلف مراحل میں مرزا صاحب نے اُن مسائل کے متعلق جو اُن کے اور مسلمانوں کے درمیان مابہ النزاع رہے ہیں، کیا بیانات دیے، اور ان کی جماعت کا کیا موقف رہا، اس کو ہم علٰحدہ علٰحدہ عنوانات کے تحت ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ختمِ نبوت

(۱) ابتدائی عقیدہ

(۷) ختمِ نبوت کے متعلق مرزا صاحب کا ابتدائی عقیدہ وہی تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے، یعنی یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی متعدد کتابوں میں اس کی یوں تصریح کرتے ہیں:۔

۱۔ "کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحب فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا اور ہمارے نبی نے اہلِ طلب کے لیے اس کی تفسیر اپنے قول لانبی بعدی میں واضح طور پر فرما دی؛ اور اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم بابِ وحی بند ہو جانے کے بعد اُس کا کھلنا جائز قرار دینگے اور یہ صحیح نہیں جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے۔ اور ہمارے رسول صلعم کے بعد نبی کیونکر آ سکتا ہے درآنحالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرما دیا"۔
(حمامۃ البشریٰ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴)

۲۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف

جس کا لفظ لفظ قطعی ہے، اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"
(کتاب البریہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۸۴)

۳۔ "کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔"
(ازالہ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۵۷۷)

۴۔ "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔"
(ازالہ اوہام، صفحہ ۷۶۱)

۵۔ "پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔"
(ایام الصلح، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۴۶)

۶۔ "میں اُن تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں، اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے اُن سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلّم الثبوت ہیں، اور سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔" (اشتہار مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء از مرزا صاحب، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۲)

۷۔ "اب میں مفصلۂ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"
(تحریری بیان از مرزا غلام احمد صاحب جو ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جامع مسجد دہلی میں پڑھا گیا، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم، صفحہ ۴۴)

(۲) ابتدائی دعووں کی توجیہات

(۸) مرزا صاحب کی جن تحریرات سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ نبوت کے مدعی ہیں یا دعویٰ کرنے والے ہیں، اُن کی حسب ذیل توجیہات کر کے ابتداءً وہ مسلمانوں کو مطمئن کرتے رہے:

۱۔ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت، جو زیر سایۂ نبوت محمدیہ اور باتباع آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے، اس کے ہم قائل ہیں

"..... غرض نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں، صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔"
(اشتہار از مرزا غلام احمد صاحب، مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶، صفحہ ۳۰۲)

۲۔ "یہ عاجز نہ نبی ہے اور نہ رسول ہے، صرف اپنے نبی معصوم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ خادم اور پیرو ہے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد صاحب۔ مندرجہ تمام الہدیٰ مؤلفہ قمر الدین صاحب جہلمی، صفحہ ۵۸)

۳۔ "یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندے کی نسبت نبی اور رسول اور مُرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں... ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی مُلہَم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے۔" (سراج منیر، مرزا غلام احمد صاحب۔ صفحہ ۳۰۲)

۴۔ "اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے، اکثر دفعہ اُن میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے، لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے..... سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارے کے رنگ میں ہیں، اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے، اس لیے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔" (مرزا صاحب کا خط مندرجہ اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء۔ منقول از مسیح موعود اور ختم نبوت، مولوی محمد علی صاحب ایم اے، صفحہ ۴)

۵۔ "میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدّث اور اللہ کا کلیم ہوں۔" (آئینہ کمالات اسلام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۸۳)

۶۔ "میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی..... میں نے لوگوں سے سوائے اُس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدّث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔" (حمامۃ البشریٰ، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۹۶)۔

۷۔ "محدّث جو مرسلین میں سے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔" (ازالۂ اوہام،

مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۵۶۹)

۸۔ "محدّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے، گو اُس کے لیے نبوت تامہ نہیں، مگر جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے، کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امورِ غیبیہ اُس پر ظاہر کیے جاتے ہیں، اور نبیوں کی وحی کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے۔" (توضیح مرام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۸)

۹۔ "اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں، مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔" (انجام آتھم، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۲۷)

۱۰۔ "پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اُس کی کثرت کا نام بموجبِ حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں، و لکل ان یصطلح۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۶۸)

۱۱۔ "تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح المرام و ازالۂ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدّث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے، یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے، یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے، یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کیے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلّا مجھے نبوتِ حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے . . . سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدّث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں، کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے . . . . بجائے لفظ نبی کے محدّث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو یعنی لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔" (تحریری بیان مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء جو جلسۂ عام میں پڑھا گیا۔ مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ۲، صفحہ ۹۵)

(۴) نبوت کے مختلف دعوے

(۹) پھر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس دعوے کی بھی ایک شکل نہ تھی بلکہ مختلف مواقع پر متعدد شکلیں تھیں:۔

(الف) امتی نبی:

۱۔ "بعد میں خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی (حقیقتہ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۴۹)

(ب) غیر صاحب شریعت:

۲۔ "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا، اور بغیر شریعت کے نبی ہو نہیں سکتا مگر وہی جو پہلے سے امتی ہے، پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی" (تجلیات الٰہیہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۲۴)

(ج) صاحب شریعت:

۳۔ "یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا ...... میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ...... اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ، صحف ابراھیم و موسیٰ، یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے" (اربعین نمبر ۴، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۸۳)

(د) ظلی و بروزی نبی:

۴۔ "جس طرح حقیقی اور مستقل نبوتیں نبوت کی اقسام ہیں اسی طرح ظلی اور بروزی نبوت بھی نبوت کی ایک قسم ہے ...... مسیح موعود کا ظلی نبی ہونا مسیح موعود سے نبوت کو نہیں چھینتا بلکہ صرف نبوت کی قسم ظاہر کرتا ہے ...... اور جو حقیقی اور مستقل نبیوں کو حقوق حاصل ہیں وہی ظلی نبی کو بھی حاصل ہیں کیونکہ نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۸)

(ھ) بروزِ محمدؐ

۵۔ "میں بموجب آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے" (ایک غلطی کا ازالہ، مرزا غلام احمد صاحب)

(و) تمام انبیاء کا مجموعہ:۔

۶ "دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، یعنی بروزی طور پر۔" (تتمہ حقیقتہ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۸۴)

(۳) نبوت مرزا صاحب پر ختم

۷ "اس امت میں نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں۔" (حقیقتہ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۳۹۱)

۸ "امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت میں بھی نہیں آسکتے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ کے آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود ہے اور اس کے سوا قطعاً کسی کا نام نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا اور نہ کسی اور کے آنے کی آپ نے خبر دی ہے بلکہ لانبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔"

(تشحیذ الاذہان، جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۳۰ تا ۳۲)

(۴) ختم نبوت کی مختلف تاویلیں

(۱) ان مختلف دعووں کو نباہنے کے لیے مرزا صاحب نے اور ان کی جماعت نے مختلف مواقع پر ختم نبوت کی جو مختلف تاویلیں کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

پہلی تاویل:۔

۱ "اگر ایک امتی کو، جو محض پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درجہ وحی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے، نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی، کیونکہ وہ امتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مگر کسی ایسے نبی کا آنا جو امتی نہیں ہے ختم نبوت کے منافی ہے۔"

(چشمہ مسیحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۱)

۲۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔" (چشمہ معرفت، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۳۲۴)

دوسری تاویل:۔

۳ "اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا، یعنی آپ کو افاضہ کمال

کے لیے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھیرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہِ روحانی نبی تراش ہے۔"

(حقیقتہ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، ص ۹۶)

۴ "خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مُہر کے بغیر کسی کی نبوت تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت کی مُہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔" (ملفوظاتِ احمدیہ، محمد منظور الٰہی، حصہ پنجم صفحہ ۲۹۰)

تیسری تاویل:

۵ "خدا نے ایسا کیا کہ اپنی حکمت اور لطف سے آپ کے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) بعد تیرہ سو برس تک اس لفظ (یعنی نبوت) کو آپ کی امت سے اٹھا دیا تاکہ آپ کی نبوت کی عظمت کا حق ادا ہو جائے (یعنی آپ کے بعد ہی دوسرے لوگوں کے نبی کہلانے سے آپ کی نبوت کی ہتک نہ ہو)۔ اور پھر چونکہ اسلام کی عظمت چاہتی تھی کہ اس میں بھی بعض ایسے افراد ہوں جن پر آنحضرت کے بعد لفظ نبی اللہ بولا جائے اور تاپہلے سلسلے سے (یعنی موسوی انبیاء کے سلسلے سے) مماثلت پوری ہو، آخری زمانے میں مسیح موعود کے واسطے آپ کی زبان سے نبی اللہ کا لفظ نکلوا دیا۔" (ارشاد مرزا غلام احمد صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان، مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء، منقول از رسالہ ختم نبوت از فخر الدین ملتانی، صفحہ ۱۰)

چوتھی تاویل:

۶ "میں ظلی طور پر محمد ہوں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی، یعنی بہر حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔ یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدی مع نبوتِ محمدیہ میرے آئینۂ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔" (ایک غلطی کا ازالہ، مرزا غلام احمد صاحب)

وحی

(۱) ختم نبوت کی طرح وحی اور نزولِ جبرئیل کے متعلق بھی مرزا صاحب کا موقف مختلف مراحل میں پیہم بدلتا رہا ہے جس کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

(۱) ابتدائی موقف:

۱۔ "اگر ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم بابِ وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دینگے اور یہ صحیح نہیں، جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے۔ اور ہمارے رسول صلعم کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے درآنحالیکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی۔" (حمامۃ البشریٰ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴)

۲۔ "ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ جبرئیل لادیں اور پھر چپ ہو جائیں، یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے، کیونکہ جب ختمیت کی مُہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے . . . . ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے . . . جبرئیل بعد وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔" (ازالۂ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۵۷۷)

۳۔ "قرآن کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا ہو یا پرانا۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسطِ جبرئیل ملتا ہے اور بابِ نزولِ جبرئیل بہ پیرایۂ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلۂ وحی رسالت نہ ہو۔"

(ازالۂ اوہام، صفحہ ۷۶۱)

۴۔ "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعۂ جبرئیل حاصل کرے، اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔"

(ازالۂ اوہام، صفحہ ۶۱۴)

۵۔ "پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالاتِ رکیکہ کی پیروی کر کے نصوصِ صریحۂ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلۂ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شانِ نبوت باقی ہے اس کی وحی بلا شبہ نبوت کی وحی ہوگی۔"

(ایام الصلح، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۴۶)

(۲) دوسرا موقف:

۶۔ "ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت، جو زیرِ سایۂ نبوتِ محمدیہ اور باتباعِ آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی

ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں" (اشتہار، مرزا غلام احمد صاحب، تبلیغ رسالت جلد ۶، صفحہ ۳۰۲)

۷۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جاتے؟" (جنگ مقدس، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۶۷)

۸۔ "میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں" (آئینہ کمالات اسلام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۸۳)

(۳) تیسرا موقف: ——

۹۔ "یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا؟" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، صفحہ ۱۸۳۔ واضح رہے کہ براہین احمدیہ کا حصۂ پنجم ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا تھا)

۱۰۔ "آنچہ من بشنوم زوحی خدا — بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآں منزّہ اش دانم — از خطاہا ہمیں ست ایمانم
بخدا ہست ایں کلام مجید — از دہان خدائے پاک و وحید"

(در ثمین، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۲۸۷، و نزول المسیح، مرزا غلام احمد صاحب صفحہ ۹۹)

۱۱۔ "اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی، جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔" (ایک غلطی کا ازالہ مرزا غلام احمد صاحب)

۱۲۔ "مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن کریم پر۔"

(اربعین نمبر ۴، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۲۵)

۱۳۔ "آمد نزد من جبرئیل علیہ السلام و مرا برگزید و گردش داد انگشت خود را و اشارہ کرد خدا ترا از دشمناں نگہ خواہد داشت۔" (مواہب الرحمان، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۳)

مسیح اور نزولِ مسیح کا مسئلہ

(۱۲) مسیح علیہ السلام اور ان کی آمد ثانی اور خود اپنے مسیح موعود ہونے کے باب میں مرزا صاحب کا موقف مختلف مراحل میں مختلف رہا ہے۔ اس کا نقشہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

(۱) پہلا موقف :

۱ "اس عاجز نے جو مثیلِ موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں، یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں ہے جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو . . . میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص میرے پر یہ الزام لگا دے وہ سراسر مفتری اور کذّاب ہے۔ بلکہ میری طرف سے عرصہ سات آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا ہے کہ میں مثیلِ مسیح ہوں" (ازالۂ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۹۰)

۲ "ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں" (ازالۃ الاوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۹۹)

۳ "اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکّل اور ایثار اور آیات و انوار کی رُو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے" (براہین احمدیہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۹۹)

۴ "مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں" (اشتہار مرزا غلام احمد صاحب، تبلیغ رسالت، جلد اوّل صفحہ ۱۵)

۵ "اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثیل بھی نبی (ہونا) چاہیے، کیونکہ مسیح نبی تھا، تو اس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لیے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہوگا اور اس سے زیادہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرے گا" (توضیح المرام، مرزا غلام احمد صاحب ۱۹)

(۲) دوسرا موقف :

۶ "اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی، اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے، اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے

جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے۔" (کشتی نوح، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴۸)

۷۔ "اس نے براہین احمدی کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا، پھر جیسا براہین احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر ...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھیرایا گیا، اور آخر کئی مہینے کے بعد، جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصۂ چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھیرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرِّ خفی کی مجھے خبر نہ دی۔" (کشتی نوح، صفحہ ۴۶)

۸۔ "سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے عیسیٰ ابن مریم کی طرح اپنے زمانے میں کسی ایسے شیخ والدِ روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھیرتا۔ تب خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اپنے بندے کا نام ابن مریم رکھا ...... پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسیٰ ابن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے؟ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسلِ اربع میں سے کسی سلسلے میں یہ داخل ہے؟ پھر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟" (ازالۂ اوہام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۶۵۹)

۹۔ "اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے، یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید مشرقی کے پاس اتریں گے، یہ لفظ ابتدا سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے[۱] ...... واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں ...... خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس

[۱] واضح رہے کہ دمشق کے لفظ پر مرزا صاحب سے پہلے کسی صاحب علم کو حیرانی نہیں پیش آئی۔ علم حدیث کے جتنے شارحین ہیں ان میں سے کسی کے کلام میں بھی حیرانی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ البتہ مرزا صاحب کو ضرور یہ حیرانی لاحق رہی ہوگی کہ حدیث میں ایک مشہور و معروف مقام کی تصریح ہونے کے باوجود وہ کس طرح مسیح موعود بنیں۔

میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے۔" (حاشیہ ازالۂ اوہام، صفحہ ۶۳ تا ۷۳)

۱۰۔ "مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے، اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ، تبلیغ رسالت جلد ۱۰، صفحہ ۱۸)

قادیانی جماعت کا ایک "اُمت" ہونا

(۱۳) مرزا صاحب نے خود یہ اصول بھی بصراحت بیان کیا ہے کہ ایک نبی ایک امت وجود میں لاتا ہے اور پھر انہوں نے خود ہی اپنی جماعت کو امت کہا بھی ہے۔ اس کے ثبوت میں چند عبارات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ "جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام بھی سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔" (آئینۂ کمالاتِ اسلام، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴۴)

۲۔ "یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا . . . . میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔" (اربعین نمبر ۴، مرزا غلام احمد صاحب، ص ۶)

۳۔ "پہلا مسیح صرف مسیح تھا، اس لیے اس کی امت گمراہ ہو گئی اور موسوی سلسلے کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا لیکن میں مہدی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بروز بھی ہوں، اس لیے میری امت کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے۔ اور یہ تباہ ہو جائیں گے۔ اور دوسرے وہ جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد صاحب مندرجہ الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء)

مرزا صاحب کو نہ ماننے کے نتائج، اعتقادی حیثیت سے

(۱۴) اس امر میں بھی مرزا صاحب کا موقف مختلف رہا ہے کہ جو لوگ ان کو نہ مانیں ان کی پوزیشن کیا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مراحل پر انہوں نے اور ان کی جماعت کے اکابر نے جو مختلف موقف اختیار کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ابتدائی موقف :

۱۔ "یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لیے محدّث ہو کر آیا ہے اور محدّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لیے نبوت تامّہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے .... اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے۔" (توضیح مرام، مرزا غلام احمد صاحب، ص۱۸)

۲۔ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا، ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہو گا، اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ (حاشیہ میں) یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر مُلہَم اور محدّث ہیں، گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمۂ الٰہیہ سے سرفرازہ ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن سکتا"۔

(تریاق القلوب، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۳۰)

۳۔ "اور ہر ایک مسلمان جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے، گو وہ مسلمان ہے، مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھیراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے، وہ آسمان پر قابلِ مواخذہ ہے"۔ (تحفۃ الندوہ، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۴)

۴۔ "جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا، یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا، وہ بھی حقیقتِ اسلام اور غائتِ نبوت اور غرضِ رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسول کا سچا تابع دار اور فرماں بردار کہہ سکیں .... اس کے نہ ماننے والوں اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے"۔ (حجۃ اللہ تقریر لاہور از مرزا غلام احمد صاحب، منقول از النبوۃ فی الاسلام، مولوی محمد علی ایم اے، صفحہ ۲۱۴)

آخری موقف :

۵۔ "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہیگا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے"۔ (اشتہار معیار الاخیار از مرزا غلام احمد صاحب مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء، منقول از کلمۃ الفصل، صاحبزادہ بشیر احمد صاحب، صفحہ ۱۲۹)

۶۔ "اب جبکہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۲۹)

۷۔ "حضرت (مرزا صاحب) نے جہاں کہیں بھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے وہاں صرف یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ورنہ آپ حسب حکم الٰہی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔" (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۲۶)

۸۔ (مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر کا حوالہ دینے کے بعد) "حضرت مسیح موعود کی اس تحریر سے بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ اطلاع دی کہ تیرا انکار کرنے والا مسلمان نہیں، اور نہ صرف یہ اطلاع دی بلکہ حکم دیا کہ تو اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھ۔ دوسرے یہ کہ حضرت صاحب نے عبدالحکیم خاں کو جماعت سے اس واسطے خارج کیا کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا تھا۔ تیسرے یہ کہ مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے۔ چوتھے یہ کہ جو ایسا عقیدہ رکھے اس کے لیے رحمت الٰہی کا دروازہ بند ہے۔" (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۲۵)

۹۔ "کفر دو قسم پر ہے۔ ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے ...... اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۱۷۹)

۱۰۔ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینۂ صداقت، مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، صفحہ ۳۵)

۱۱۔ "ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔" (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۱۰)

۱۲۔ "قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلعم کو اتارا تاکہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے۔" (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۰۵)

۱۳۔" پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔" (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۵۸)

۱۴۔" اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے، کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ وہی ہے۔" (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۴۷)

۱۵۔" جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ ادھر کا ہوں نہ اُدھر کا ہوں، اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے۔ اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں اُن کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد صاحب، مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء۔ منقول از منکرین خلافت کا انجام، صفحہ ۸۲)

مرزا صاحب کو نہ ماننے کے نتائج عملی حیثیت سے

۱۶۔" اس کے بعد حضرت مسیح موعود نے صاف حکم دیا کہ غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات ان کی غمی اور شادی کے معاملات میں نہ ہوں۔ جب ان کے غم میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جنازہ کیسا۔" (الفضل، ۱۸ جون ۱۹۱۶ء)

۱۷۔" حضور مرزا صاحب فرماتے ہیں غیر احمدی کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے۔" (الفضل، ۱۶ دسمبر ۱۹۲۰ء)

۱۸۔" یہ اعلان بغرض آگاہی عام شائع کیا جاتا ہے کہ احمدی لڑکیوں کے نکاح غیر احمدیوں سے کرنے ناجائز ہیں۔ آئندہ احتیاط کی جائے۔" (اعلان ناظر امور عامہ قادیان، الفضل ۱۴ فروری ۱۹۱۹ء)

۱۹۔" حضرت مرزا صاحب نے اپنے بیٹے (مرزا فضل احمد مرحوم) کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔" (الفضل، ۱۵ دسمبر ۱۹۲۱ء)

۲۰۔" پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔" (اربعین نمبر ۳، مرزا غلام احمد صاحب، صفحہ ۳۴)

۲۱۔" میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کا جنازہ جائز نہیں، کیونکہ میرے نزدیک وہ احمدی نہیں ہیں۔ اسی طرح جو لوگ غیر احمدیوں کو لڑکی دے

دیں اور وہ اپنے اس فعل سے توبہ کیے بغیر فوت ہو جائیں، ان کا جنازہ بھی جائز نہیں"
(مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا خط، الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء)

۲۲ "حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی، دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے۔ اور دنیوی تعلق کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے" (کلمۃ الفصل، صفحہ ۱۶۹)